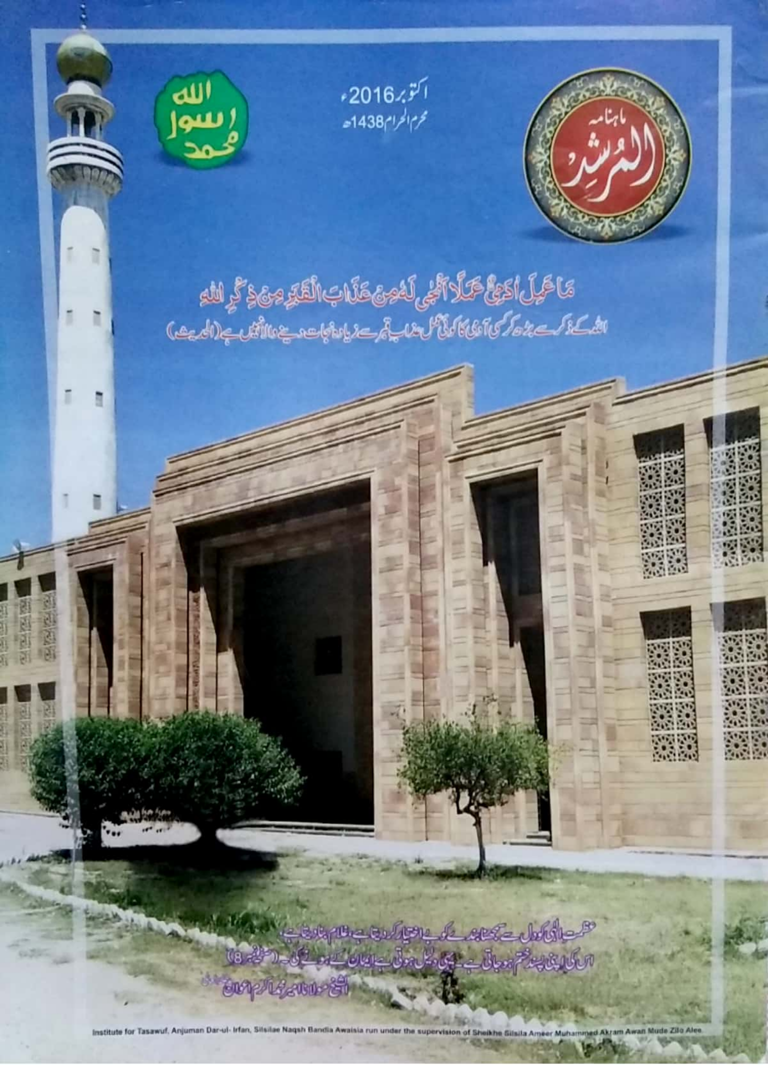

ماہنامہ

المرشد

اکتوبر 2016ء

محرم الحرام 1438ھ

اللہ

رسول

محمد

مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلًا اَنْجٰی لَهٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ

اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے (الحدیث)

عظمتِ الٰہی کو دل سے سمجھنا بندے کو بے اختیار کر دیتا ہے، غلام بنا دیتا ہے۔

اس کی اپنی پسند ختم ہو جاتی ہے۔ یہی دلیل ہوتی ہے ایمان کے ہونے کی۔ (صفحہ نمبر 8)

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

Institute for Tasawuf, Anjuman Dar-ul- Irfan, Silsilae Naqsh Bandia Awaisia run under the supervision of Sheikhe Silsila Ameer Muhammed Akram Awan Mude Zilo Alee.

تصوف

تصوّف

قرآن حکیم رشد وہدایت کا ناپیدا کنار سمندر ہے اور انسانیت کی راہنمائی کے لیے زندگی کی راہوں کی حقیقت کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ کبھی پیار سے، کبھی انداز سے، کبھی راہ گم کردہ قافلوں کی داستان سے تو کبھی گم ہونے کی وجوہات بتاتا ہے۔ جو اس کا دامن تھام لے اس کی رہبری کا فریضہ بھی نبھاتا ہے لیکن جو دامن نہیں تھامتے اُن کے لیے بھی دنیوی زندگی گزارنے کے بہترین اصول عطا کرتا ہے۔

اس کا اصل مخاطب گو انسانی قلب ہے مگر یہ عقلِ انسانی کو بھی مایوس نہیں کرتا اور یہ راز ضرور عیاں کر دیتا ہے کہ عقل کا صحیح استعمال بھی اُنہی کو نصیب ہوگا جن کے قلوب سلامت ہیں۔ سورۃ محمد (ﷺ) میں بڑا خوبصورت سوال کیا گیا ہے: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (سورۃ محمد: 24) لوگ آخر اس عظیم کتاب میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے، تدبر کیوں نہیں کرتے، اپنی عقل پر زور کیوں نہیں دیتے؟ یہ کتاب تو زندگی گزارنے کا نسخہ ہے، دنیا وآخرت کی کامیابی کا کامل نسخہ ہے تو پھر لوگ جو ذرا ذرا سے فائدے کے لیے اتنی دوڑ دھوپ کرتے ہیں اس نسخۂ حیات میں غور کیوں نہیں کرتے؟ عقل کے دریچے کیوں نہیں کھل رہے، ہاں شاید ان کے قلوب کے دریچے مقفل ہیں! گویا قلب پر لگے تالے ٹوٹیں گے تو عقل بھی غور وفکر کرنے کے قابل ہو پائے گی اور یہ سوچ گی کہ میرا خالق کون ہے، میرا مقصدِ تخلیق کیا ہے، مجھے کرنا کیا ہے اور مجھ سے سرزد کیا ہو رہا ہے؟ زمین وآسمان کی تخلیق میں غور کرے گی۔ انسان اپنی پیدائش میں اسرارِ الٰہی تلاش کرے گا لیکن یہ سارا غور وخوض، سارا تدبر اُسے نصیب ہوگا جس کے دل پر تکبر، انانیت، جہالت اور غفلت کے تالے نہ ہوں گے۔ ان تالوں کی چابی ذکر اللہ ہے اور شیخ ہی وہ ماہر ہستی ہے جو تالوں کی نشاندہی بھی کرتی ہے اور ذکر اللہ کی کنجی بھی عطا کرتی ہے۔ تصوف اسی فن کا نام ہے کہ دلوں کے طبیب کے پاس، اپنے دل کے تالے کھلوانے کے لیے خلوص سے، اللہ کی رضا پانے کے لیے حاضر ہوا جائے اور اپنی عقل کو بھی عقلِ سلیم بنایا جائے۔ خلوصِ نیت، محنت ومجاہدہ اور اللہ کی ذات کو پانے کے لیے کسی کامل ہستی کے سامنے دل کھول کر رکھ دینا تصوف ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اکتوبر 2016ء ذی الحج 1437ھ / محرم الحرام 1438ھ

جلد نمبر 38 شمارہ نمبر 02

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	135 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	160 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	160 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقۂ ذکر		5
کلامِ شیخ	سیماب اویسی	6
اقوالِ شیخ	انتخاب	7
ایمان کی بنیاد	شیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	شیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	10
اکرم التفاسیر سورۂ یٰسٓ، 1 تا 10	شیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	16
سوال و جواب	شیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	20
حصولِ رحمت کا واحد دروازہ۔۔۔	شیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	29
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	34
بچوں کا صفحہ	ر غ خان، لاہور	37
مرشدِ کامل	خالد محمود، بہاولپور	38
ابنِ مریم ہوا کرے کوئی	ام فاران، راولپنڈی	41
بیسویں صدی کا کرشمہ	مقصود احمد پٹھان، حیدرآباد، سندھ	43
مسائلِ جمیلہ	ضمیر اعوان، برطانیہ	47
طب، انار	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	50
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
Ph: 042-35180381
Mob:0303-4409395
Email:monthlyalmurshed@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

◯ یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org
Ph:0543-562200, Fax:0543-562198 Email:darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل
تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ.... هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ (سورۃ البقرہ:82-80)

بایں ہمہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں آگ نہ چھوئے گی، اگر گناہوں کے عوض دوزخ جانا پڑا تو وہ محض چند روز ہوگا کہ بوجہ ایماندار ہونے کے ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے۔ یعنی حال یہ ہے کہ سارا دین بدل کر رکھ دیا ہے، حلال وحرام کو غلط ملط کر دیا، جہلاء نے رواج کو دین کا درجہ دے رکھا ہے اور علماء ہیں کہ اپنی طرف سے مسائل گھڑتے چلے جا رہے ہیں جو صریحاً کتاب کی خلاف ورزی بھی ہے مثلاً تورات میں بھی تو حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا حکم موجود تھا۔ آپ ﷺ کے اوصاف بلکہ آپ کے خُدام کے اوصاف موجود تھے۔ ان ساری باتوں سے ہٹ کر ہنوز اپنے آپ کو آگ سے بری خیال کرتے ہیں تو ان سے ذرا یہ تو فرمائیے کہ تمہاری ذات سے اللہ کا کوئی وعدہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ لیکن اگر بات ذات کی نہیں صفات کی ہے تو ایمانداروں کے سارے اوصاف تم میں ناپید ہیں پھر تو تم اللہ پر بھی بہتان تراشی کر رہے ہو کہ ان عقائد باطلہ کے ساتھ تمہیں بخش دے گا۔

اللہ، اللہ! یہ کیسی تصویر کشی ہے آج کے گمراہ معاشرے کی جو اپنے کرتُوتوں کے ساتھ اپنے اسلام کا بھی مدعی ہے۔

فرمایا، میاں! سیدھی سی بات ہے کہ کسے باشد، کوئی بھی ہو عالم ہو یا جاہل، مرد ہو یا عورت، شاہ ہو یا کہ گدا، جو برائی اور خطا کاری کرتا رہے اور یہاں تک کہ وہی اُس کا اوڑھنا بچھونا بن جائے اور اس میں نیکی کا اثر تک نہ رہے، وہ دوزخ کا رہنے والا ہے۔ جہاں ابدالآباد رہے گا کہ گناہ کی زد آخر ایمان پر پڑتی ہے۔ اگر کوئی مسلسل گناہ کرتا رہے تو ایک روز اُس کا عقیدہ بھی چلا جاتا ہے۔ جب عقیدہ گیا تو پہلی نیکیاں بھی ضائع ہو گئیں اور آئندہ اگر کوئی اچھا کام بھی کر بیٹھا تو عنداللہ مقبول نہ ہوا تو گویا اس کے وجود میں ذرّہ برابر نیکی کا اثر باقی نہ رہا اور وہ ہمیشہ کا دوزخی بن گیا۔ ہاں! ایسے لوگ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔۔۔ جو نبی ﷺ کی بات پر یقین رکھتے ہیں توحید، کلام باری، دین خدا یا طریق عبادت فرائض ہوں یا نوافل سب کیا ہیں؟ ارشاداتِ رسول ﷺ، دُنیا ہو کہ عقبیٰ، جنت ہو یا دوزخ، حشر ہو کہ نشر یا میزان یہ تمام اُمور اور ان سے متعلق علم اور عقیدہ، یہ سب کیا ہے؟ محمد رسُول اللہ ﷺ کے ارشادات کا نام ہے۔

تو جو صدقِ دل سے اس پر یقین کرے اور عملاً اپنے کو حضور ﷺ کے احکام کا تابع بنالے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔۔۔ کہ اچھے کام کرے تو اچھا کام بھی سُنتِ خیر الانام ﷺ کا ہی نام ہے۔ سو جس میں ایمان ہو اور نیکی کرے، وہ ہے جنت کے قابل اور ایسے لوگوں کو جنت نصیب ہوگی جہاں وہ ابدالآباد رہیں گے۔

اداریہ

انصاف

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ:179)

(اے صاحب خرد لوگو! اور تمہارے لیے (قانون) قصاص میں حیات ہے تا کہ تم پرہیز گار بن سکو۔)

انصاف، عدل اور مساوات کسی بھی شے یا عمل کا اپنے صحیح ترین مقام پر ہونا ہے۔ تجاوز یا تخفیف انصاف کو متزلزل کر دیتی ہے۔ عالمِ خلق سبب سے ہے اور اسباب کا مساوی ہونا ہی کارگاہِ حیات کی روح ہے اور جب خلق توازن سے ہے تو اشرف الخلق کیسے توازن کے بغیر خیر حاصل کر سکتا ہے۔

تمام مخلوق میں انسان اشرف المخلوق ہے اور اسے تخلیقی طور پر ہی بے شمار اوصاف میں ایک وصف سوچ وفکر کا بھی عطا کیا گیا ہے۔ جبھی تو انسان امتحان میں ہے وگرنہ تو لگی بندی حیات ہوتی نہ غضب کو آواز دے سکتا اور نہ کرم سے نوازا جاتا۔ معاشرہ کون ومکان یا فرد کا نام نہیں بلکہ افراد کا اجتماع ہے۔ سوچ اور اہلیت کا فرق افراد کے بین تضادات کی چٹان کھڑی کر دیتا ہے پھر یہی تضادات نفرت کو جنم دیتے اور فساد کا سبب بنتے ہیں۔ امن کے لیے انصاف ضروری ہے اور انصاف بنا ضابطہ کیسے ممکن ہے؟ اگر عقل وخرد کو بروئے کار لایا جائے اور اللہ پاک مہربانی فرمادیں تو بہت واضح سمجھ آتی ہے کہ ہماری سوچ اور اہلیت کا فرق ہی ہمیں مجبور کر دیتا ہے کہ خالق سے ہی ضابطۂ حیات بھی نصیب ہو۔

آج کل ہمارے ہاں حالاتِ حاضرہ کی سنگینی پر بے شمار پہلوؤں سے بحث ہوتی ہے جس میں کبھی سیاستدان خرابی کا سبب گردانے جاتے ہیں تو کبھی قومی ادارے اور کبھی کبھی تو تمام تر مظلومیت کے باوجود عوام ہی کو موردِ الزام بھی ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی بھی ملک کی کامیابی کا انحصار پانچ بنیادی نظام ہوتے ہیں جو کہ عدل، تعلیم، صحت، معیشت اور سیاست ہیں۔ نظامِ عدل کے علاوہ باقی چاروں نظاموں کی ترتیب پر بحث ہو سکتی ہے کہ اہمیت کے اعتبار سے پہلے نمبر پر کون سا نظام ہے مگر نظام عدل کے بغیر باقی کسی نظام کی اہمیت نہیں رہتی اور ہم نے آزادی کے باوجود نوآبادیاتی نظام کو پورے شد ومد سے جاری رکھا ہوا ہے۔ کاش کوئی کچہری میں بیٹھے مظلوموں کا حال دیکھے۔ کاش کوئی بے یار ومددگار سرکاری ہسپتالوں کے در پہ گود میں تڑپتی اولاد کے لیے والدین کے دکھ کو سمجھے۔ اے کاش کوئی قوم کی لٹتی عزت والی اُس بیٹی کا حال معلوم کرے جسے ہم نے بریکنگ نیوز اور حکمرانوں کی دادرسی میں زبانِ زدِعام کر دیا ہے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

ہماری زندگیوں میں محرم الحرام کی بارِ دگر آمد ہے۔ جہاں اسلامی سال کی ابتداء ہے وہیں ہمارے دلوں پر ایک دستک بھی ہے کہ کہاں بیگانی دنیا میں کھوئے ہوئے ہو حقیقت تو اتباعِ رسولؐ میں ہے۔ چاہے تمہاری حیثیت کوئی بھی ہو تمہارے دل میں بھی روز کربلا سجتی ہے اچھائی اور برائی کی، نیکی اور بدی کی۔ تم خانوادۂ رسولؐ کی سنت زندہ کرتے ہو یا یزید کی پیروی۔

انصاف کا تقاضا ہے۔۔۔۔ درِ مصطفیٰ ؐ!

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقۂ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ O اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ O اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O پھر ذکر شروع کردیں طریقہ نیچے درج ہے۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

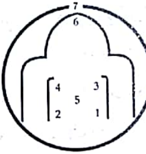

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے: کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قلزمِ فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمۂ مَن وخاتمۂ حضرت

مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

کلامِ شیخ

شیخ المکرّم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	نشانِ منزل
متاعِ فقیر	دل دروازہ	سوچ سمندر
آسِ جزیرہ		دیدہ تر

غزل

(منتخب اشعار)

یوں اکیلے میں جو گھبراتا ہے دِل
خط کے آنے سے بہل جاتا ہے دِل

عقل تو سمجھے جدائی کا سبب
ایسی باتیں کب سمجھ پاتا ہے دِل

اس سے دوری کا تصور کربناک
جب کسی بندے پہ آجاتا ہے دِل

رات کی سنتا ہے جب سرگوشیاں
پاس تجھ کو اس گھڑی پاتا ہے دِل

یہ مٹا دیتا ہے سارے فاصلے
کیا بلا ہے! کیا غضب ڈھاتا ہے دِل

جب کبھی نیت نمازوں کی کروں
سامنے اپنے تجھے پاتا ہے دِل

پاس میرے جس گھڑی کوئی نہ ہو
یاد سے تیری لپٹ جاتا ہے دِل

در پہ آہٹ ہو دھڑک اٹھتا ہے یہ
یوں حسیں دھوکے بہت کھاتا ہے دِل

اَب بتاؤ آپ ہی سیماب جی.
ہجر میں کیسے سنبھل جاتا ہے دِل

آسِ جزیرہ سے انتخاب

اقوالِ شیخ

1۔اعتماد علی الرسول ہی ایمان بالغیب ہے۔(المرشد اپریل 2016،ص:9)

2۔جب صحابہ کرامؓ کے مقام کو مجروح کیا جائے تو سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔

(اکرم التفاسیر، پارہ 12،ص:40)

3۔اسلام ترکِ دنیا اور گوشہ نشینی کا نام نہیں ہے۔اسلام دنیا کو دین بنانے کا نام ہے۔

(المرشد، اگست 2004،ص:41)

4۔اذکارِ قلبی سے کیفیاتِ قلبی نصیب ہوتی ہیں اور وہ عملی زندگی کو متاثر کرتی ہیں۔

(کنوزِ دل،ص:97)

5۔دل کی حیات وحی سے شروع ہوتی ہے اور نبیؑ ہی اس کو تقسیم فرماتے ہیں،لہٰذا یہ صرف مومن ہے جس کا دل زندہ ہو کر قبولِ علم کے قابل ہوتا ہے۔

(اسرار التنزیل، جلد:5،ص:109)

6۔اسلام میں سزا کا مقصد مجرم کو محض تکلیف پہنچانا نہیں ہے بلکہ سزا کا مقصود معاشرے کی اصلاح ہے۔

(اکرم التفاسیر، جلد6،ص:220)

7۔ثواب کردار کے بدلے کا نام ہے، اعمال کے بدلے کا نام ہے، عبادات کے اجر کا نام ہے۔

(کتابچہ رمضان،ص:23)

8۔فنا فی الرسول سے مراد یہ ہے کہ انسان کی کوئی خواہش، کوئی چاہت اپنی نہ رہے، جو چاہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاہت سے چاہے۔یہ کمالِ ایمان ہے۔(کتابچہ نور و بشر کی حقیقت،ص:1)

9۔ہر مسنون عمل قربِ الٰہی کی طرف لے جاتا ہے۔(پمفلٹ بیعت کیا ہے؟،ص:3)

10۔مسلمان اپنی زندگی دوسروں کے لیے جیتا ہے۔(اسرار التنزیل، جلد:6،ص:3)

بیان 13 مئی 2015ء

ایمان کی بنیاد

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ۔

ایمان کی بنیاد کیفیاتِ قلبی ہے۔ یہ جو زبان سے دعویٰ کیا جاتا ہے وہ دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب تک یہ دعویٰ دل میں نہ اترے اور جب دل میں اتر جائے تو پھر وہ کردار اور اعمال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اطاعت کی جائے، نیکی کی جائے۔ نیکی کر کے خوشی ہوتی ہے۔ اگر یہ حال نہ ہو تو پتا تب چلے گا جب یہ معاملات کھلیں گے کہ میرا ایمان تھا بھی یا نہیں۔ بہت سے لوگ بہت سی خباثتیں چھپائے پھرتے ہوتے ہیں اور اللہ بڑا بے نیاز ہے دنیا سے چھپ کر کوئی نہیں جاتا۔ کوئی نہ کوئی ایسا حادثہ ہو جاتا ہے اس کے ساتھ کہ پھر وہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ عظمتِ الٰہی کو دل سے سمجھنا بندے کو بے اختیار کر دیتا ہے، غلام بنا دیتا ہے۔ اس کی اپنی پسند ختم ہو جاتی ہے، اس کی اپنی رائے ختم ہو جاتی ہے اور یہی دلیل ہوتی ہے ایمان کے ہونے کی۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ لوگ اللہ سے بھی برابری کی سطح پر ڈیل (Deal) کرتے ہیں۔ میں نے اللہ کی نمازیں پڑھی ہیں اب اسے میرا یہ کام کرنا چاہیے۔ میں نے اللہ کے نام پر اتنی خیرات دی ہے اسے میری صحت ٹھیک کرنی چاہیے۔ اللہ اللہ ہے تم ایک عاجز مخلوق ہو۔ تم نے دیا ہے تو لیا کہاں سے ہے؟ کیا کسی چیز کے خالق ہو تم؟ تم تو خالق نہیں ہو۔ خالق تو وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اگر ہم اس کے نام پر کچھ دیتے ہیں تو اس کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔ اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو اس کے دیئے ہوئے وجود سے، اس کے دیئے ہوئے اعضاء وجوارح سے، اس کی دی ہوئی زندگی سے ہمارا اس میں کیا ہے؟

تو اس طرح کی کیفیات جو ہوتی ہیں وہ ایمان کی کمزوری کی دلیل بن جاتی ہیں۔ دنیا میں دو کام مشکل ترین ہیں سب سے مشکل ہیں۔ ایک اللہ کو اللہ ماننا۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے، بہت مشکل ہے۔ بندہ مرتے مرتے بھی اپنی رائے، کہیں نہ کہیں اپنی ٹیخ اڑا دیتا ہے۔ اور ایک آخرت پر یقین رکھنا۔ یہ انسانی زندگی کی دو بہت مشکل چیزیں ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ شیخ کامل کی کرامت یہی ہے کہ وہ ہمیں اللہ پر یقین بھی دے دے، قیامت کا یقین بھی دے دے۔ اللہ کی عظمت کا کوئی رائی برابر بھی، اپنی حیثیت کے مطابق، ادراک ہو جائے تو بندہ نافرمانی کا سوچتا بھی نہیں۔ ہو جاتی ہے غلطی بتقاضاء بشریت۔ لیکن وہ غلطی ہضم نہیں ہوتی پھر توبہ کرتا ہے، رجوع الی اللہ کرتا ہے، روتا ہے، معافی مانگتا ہے کیونکہ اسے پتا ہوتا ہے کہ میں ایک ذرۂ بے مقدار ہوں اور اللہ کریم میرا خالق، مالک ہے۔ مجھے اس کی نافرمانی نہیں کرنی۔ ہم لوگ دفاتر میں کام کرتے ہیں۔ باس (Boss) جس کے ماتحت ہم کام کرتے ہیں وہ بھی ہمارے جیسے آدمی ہوتے ہیں، اللہ کی مخلوق ہیں۔ بعض اوقات

کردار میں ماتحتوں سے گئے گزرے ہوتے ہیں۔لیکن کوئی ماتحت کبھی ان کی نافرمانی کرتا ہے؟ کیوں نہیں کرتا؟ اسے یقین ہے یہ میرا باس(Boss) ہے۔نافرمانی کروں گا،ناراض ہوگا میرے خلاف لکھ دے گا۔میرا نقصان ہوگا۔وہ دل سے اسے اچھا سمجھے یا نہ سمجھے،زبانی خوشامد بھی کرے گا،اس کے کام کی پابندی بھی کرے گا۔ہم اپنی زندگی میں دیکھیں جتنا ہم باس(Boss) کا لحاظ کرتے ہیں کیا اتنا اللہ کریم کا بھی کرتے ہیں پھر پتا چل جائے گا کہ میرے ایمان کی سطح کیا ہے؟ مخلوق کے ساتھ جب کام پڑتا ہے تو کتنا احترام اپنے سے بڑوں کا کرتے ہیں،حکمرانوں کا،آفیسرز کا تو جتنا ہم بندوں کا لحاظ کرتے ہیں کبھی اتنا لحاظ یا ایسی کیفیت اللہ کے ساتھ بھی دل میں آئی ہے؟ ہم پیمانہ لے کر دوسروں کو دیکھتے رہتے ہیں،دوسروں کا پتا نہیں چلتا۔

ہر ایک کا معاملہ رب العالمین کے ساتھ ہے۔ہر فرد کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے۔جسے صرف اللہ جانتا ہے اور وہ بندہ جانتا ہے۔مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ تو ہر فرد پہ محنت فرماتے تھے۔تو من جانب اللہ اطلاع دی گئی کہ یہ کچھ جو لوگ ہیں ان پر آپ محنت نہ کیجئے انہیں چھوڑ دیجئے۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔اس لیے نہیں لائیں گے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ (سورۃ البقرہ:7) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے کانوں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہے۔وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۃ البقرہ:7)ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔یعنی وہ جو ہر فرد کا ذاتی تعلق ہے اللہ سے،وہ اتنا بگڑ چکا ہے کہ اب یہ واپس نہیں آئیں گے آپ ان پر محنت نہ کریں۔نبی کریم ﷺ کو بھی اللہ کریم نے بتایا تو پتا چلا۔ہر فرد کا ایک ذاتی تعلق ہے جو اس کے اور اس کے اللہ کے درمیان ہے۔ہر بندے کا اپنا ایک تعلق ہے اور اس کا ایک معیار ہے۔ نماز باجماعت کی فضیلتوں میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ہر بندے کے تعلق کی نوعیت الگ ہے اور جیسی نوعیت ہے ویسے اس پر انوارات آتے ہیں۔تو اگر پچاس بندے،بیس بندے،تیس بندے اکٹھے ہوجائیں جماعت میں تو جتنے بندے ہوں گے،اتنی طرح کے انوارات آئیں گے اور جتنے جماعت میں کھڑے ہوں گے،ان سے وہ سارے مستفید ہوں گے۔تو یہ جو ذاتی تعلق ہے بندے کا اسے اللہ کریم جانتا تو ہے۔ایک حد تک بندہ خود بھی جان سکتا ہے۔آنکھیں بند نہ کرے اور جاننا چاہے تو جان سکتا ہے اور اس کا پتا اسی طرح چلتا ہے کہ اللہ کی اطاعت میں مجھے کتنا لطف آتا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے میں کتنا ڈرتا ہوں،کتنا بچنے کی کوشش کرتا ہوں؟ ہر بندہ اپنے بارے میں جان سکتا ہے،دوسروں کے بارے نہیں اور ہر بندے کو یہ جاننا چاہیے۔

اللہ کی اطاعت میں بندہ پورا نہیں ہورہا۔نبی ﷺ کا اتباع نہیں ہورہا ہے اور ایک مصیبت پیر صاحب یا شیخ صاحب سر پر بٹھالو اور اس کی اطاعت کرو۔کیا ضرورت ہے؟ اللہ کی اطاعت کافی ہے۔اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت کافی ہے تو یہ شیخ یا پیر یا اس کا تصور کیا ہے؟ یہی ہے کہ کوئی ایسا شخص جس سے وہ کیفیات دل میں آجائیں،اللہ کے ساتھ وہ تعلق بن جائے کہ اس کی نافرمانی کرنے کو دل ہی نہ چاہے۔ نبی ﷺ کے ساتھ وہ رشتہ بن جائے کہ آپ ﷺ کی غلامی محبوب ہوجائے اور آپ ﷺ کی نافرمانی سے نفرت ہوجائے۔اگر یہ نہیں تو خانہ پری کرنے کے لیے پیر کی ضرورت نہیں ہے کہ پیر صاحب کی وجہ سے اولاد ہوگئی یا نوکری مل گئی۔جو پیروں کو چھوڑ کر اللہ ہی کو نہیں مانتے انہیں اولاد کون دیتا ہے؟ جو اللہ کے نبی ﷺ پر ایمان نہیں لاتے، اولادیں ان کے پاس بھی ہیں،نوکریاں ان کے پاس بھی ہیں،حکومتیں ان کے پاس بھی ہیں،دولت ان کے پاس بھی ہے۔اللہ کا ایک نظام ہے۔کائنات میں اللہ نعمتیں بانٹ رہا ہے۔وہ جو جس کے مقدر میں ہے،اسے دے رہا ہے۔جب واپس اس کی بارگاہ میں جائیں گے تو حساب ہوجائے گا۔میں نے تمہیں کتنا دیا،تم نے میرا کتنا شکر ادا کیا۔ سادہ سی بات ہے دولت کا ہونا،غربت کا آجانا، (بقیہ صفحہ نمبر 28 پر)

سورۃ النور

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

سد ذرائع مفاسد:

قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ (النور:30)

ترجمہ: یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔

''چونکہ ذٰلِكَ میں غض بصر بھی داخل ہے جو مقدمات زنا سے ہے پس اس میں افعال غیر مرضیہ کے مقدمات کا انسداد ہے۔ اور یہ تعلیم سلوک کا ایک باب عظیم ہے۔''

یہ کہا گیا ہے کہ آنکھیں یا نگاہیں نیچی رکھو یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے تو فرمایا اس میں غضِ بصر کی بات ہے یعنی نگاہوں کو بچانے کی بات ہے تو یہ نگاہ کا پڑنا ایسے ہے جیسے بڑے گناہ کی ابتدا ہوگئی۔ مقدماتِ زنا میں سے ہے یعنی زنا کی ابتدا ہوگئی کہ کسی مرد نے کسی خاتون کو دیکھا پھر اس میں دلچسپی لینے لگا۔ یعنی ایک برائی کی ابتدا ہوگئی، اس ابتدا کو روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ سلوک میں یہ ایک عظیم باب ہے کہ ان کاموں سے بچا جائے جن کے نتیجے میں آگے کوئی گناہ ہو سکتا ہے۔ بجائے خود وہ اتنا بڑا جرم نہیں ہے لیکن کسی جرم کا دروازہ ہے۔ اگر اس بات پہ آپ اصرار کریں، کرتے رہیں تو بالآخر کسی بڑے گناہ پر پہنچ جائیں گے۔ تو ایسے کام جو گناہ کی طرف لے جا سکتے ہیں ان سے بھی بچنا چاہیے۔ گناہ سے بچنا تو بہت ضروری ہے، ایسے کاموں سے بچنا بھی بہت ضروری ہے جو گناہ کی طرف لے جانے والے ہوں۔

اسرار کا نااہل سے مخفی رکھنا:

قولہ تعالیٰ: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ (النور:31)

ترجمہ: اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر۔

''اس کی نظیر ہے کہ زینت اسرار کو اس کے نامحرم یعنی نااہل سے پوشیدہ رکھنا چاہیے۔''

فرماتے ہیں جس طرح خواتین کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی زینت سوائے اپنے شوہروں کے دوسروں پر ظاہر نہ کریں اس سے مراد یہ ہے، سلوک کا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ مشائخ بھی اور اہلِ سلوک بھی، سالک بھی، طالب بھی، اسرارِ الٰہی کو نامحرموں کے سامنے بیان نہ کرے۔ جو کیفیات قلبی یا جو مشاہدات یا کیفیات انہیں نصیب ہوتی ہیں ان کا اظہار عوام پر نہ کیا جائے۔

وحدۃ الوجود:

قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (النور:35)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نور دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

''امام غزالی نے نور کی تفسیر ظاہر بنفسہٖ ومظہر لغیرہٖ سے کر کے اس کا مصداق وجود کو ٹھہرایا ہے تو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کے معنی وجود السمٰوٰت والارض ہوئے اور حاصل مسئلہ وحدۃ الوجود کا یہی ہے۔''

اللہ تعالیٰ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔ فرماتے ہیں امام غزالی نے نور کی تفسیر یہ کی ظاہر بنفسہٖ ومظہر لغیرہٖ کہ اپنی ذات میں ظاہر تو ہے

لیکن ہماری استعداد کے مطابق ہمیں نظر آتا ہے دوسروں کے وجود کو دیکھ کر، زمینوں کو دیکھ کر، آسمانوں کو دیکھ کر، اس کی مخلوق کو دیکھ کر، روئیدگی کو دیکھ کر، جانوروں پرندوں کو یعنی دوسروں کو مظہر لغیرہ اس کے علاوہ جو اس کی مخلوق ہے اس کو دیکھ کر اس کی عظمت ہمیں نظر آتی ہے۔ یہ ہماری استعداد ہے ورنہ وہ تو ظاہر باہر ہے، وہ پوشیدہ خفیہ نہیں ہے۔ مخلوق میں اسے دیکھنے کی استعداد نہیں ہے۔ مخلوق پر اس کا اظہار دوسروں کے واسطے سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں مسئلہ وحدۃ الوجود کی اصل یہی بات ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے وحدۃ الوجود یہ ہے کہ حقیقی وجود صرف اللہ کا ہے باقی جتنے وجود ہیں اس کے قائم رکھنے سے قائم ہیں۔ جسے وہ قائم نہ رکھنا چاہے وہ مٹ جاتا ہے لہٰذا ان کی کوئی حیثیت نہیں، اصل مسئلہ تو یہ تھا۔ بعد میں آنے والوں نے اسے پلٹ دیا اور یہ کہہ دیا کہ ہر وجود ہی اللہ ہے۔ ان الفاظ میں بڑا فاصلہ ہے کہ باقی اور ہمیشہ کا وجود، حقیقی وجود صرف اللہ کا ہے باقی زمینیں یا آسمان جو کچھ اس میں ہے، عرشِ الٰہی یا جنت و دوزخ جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کے قائم رکھنے سے قائم ہے، اپنی ذات میں قائم کوئی چیز نہیں۔ مسئلہ تو یہ بڑا سیدھا سا تھا لیکن جب بعد میں ایسے لوگوں کے آگے چلا گیا جو اس کی باریکی کو نہیں سمجھتے تھے تو انہوں نے اس کو کچھ سے کچھ کر دیا، وحدۃ الوجود کہہ دیا کہ سارے وجود ہی اللہ کا حصہ ہیں۔ پھر اس کی اصلاح حضرت مجددؒ نے فرمائی، انہوں نے وحدۃ الوجود کے لفظ کو بدل کے وحدۃ الشھود کا فلسفہ دیا کہ ہر وجود اس کی وحدت پہ گواہ ہے، یہ نہیں کہ ہر وجود اس کا حصہ بن گیا ہے۔ وحدۃ الشھود کیا ہے؟ ہر وجود، ہر ہستی، اللہ کی وحدت اور اس کی الوہیت پہ گواہ ہے تو پھر وحدۃ الوجود کی انہوں نے وحدۃ الشھود سے اصلاح فرمائی۔

مومن کے قلب نورانی کی فضیلت:

قولہٗ تعالیٰ: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط (النور:35)

ترجمہ: اس کے نور کی حالت عجیبیہ ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک قندیل میں ہے۔

"مشکوٰۃ اشارہ ہے مومن مخلص کے جوف کی طرف اور زجاجہ قلب کی طرف اور مصباح نور قلب کی طرف اور شجرہ زیتونہ وحی و قرآن کی طرف جس سے قلب منور ہے اور جو کہ باعتبار اصل کے عالم غیب میں سے ہونے کے سبب مقید بالجہت نہیں اور وہ غایت وضوع سے بدون ایضاح ظاہر ہوا چاہتا ہے اور ایضاح سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔"

فرماتے ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ جس طرح مختلف سلاسل میں مشائخ نے لطائف کے مختلف مقامات، مختلف جگہوں پر متعین کیے ہیں لیکن سارے ہیں وجودِ انسانی میں، تو یہ اس کی طرف سلوک کا مخرج ہے۔ اس کا اشارہ مومنِ مخلص کی طرف ہے کہ اس کا جوف یعنی پیٹ جو ہے وہ مشکوٰۃ ہے اور قلب زجاجہ ہے اور مصباح نور قلب کی طرف اشارہ ہے، شجرہ زیتونہ وحی و قرآن ہے جس سے وہ نور حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح تیل سے چراغ جلتا ہے اسی طرح مومن کا قلب وحی و قرآن سے روشن ہوتا ہے۔ تو باعتبار اصل کے عالمِ غیب کے ہونے کے سبب مقید بالجہت نہیں تو چونکہ یہ چیزیں عالمِ غیب سے، عالمِ امر سے، علمِ الٰہی سے آتی ہیں تو ان کی کوئی جہت کوئی طرف مقرر نہیں ہے کہ ادھر سے آ رہی ہے یا اُدھر سے آ رہی ہے۔ جدھر دیکھو نور ہی نور ہوتا ہے اور بالایضاح سے یعنی اس کی چمک اس کی روشنی کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے زیادہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سالکین میں جو لطائف، طریقہ ذکر اور اس پر جو انواراتِ الٰہی آتے ہیں اس کی اصل اس آیت میں بھی موجود ہے کہ وحی اور قرآنِ کریم اور برکاتِ نبوت اصل ہیں، مومن کے دل میں اللہ نے چراغ بھی رکھ دیا ہے، ایک طاق بھی رکھ دیا ہے اس پر ایک قندیل بھی رکھ دی ہے اسے محفوظ بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ جب وہ روغن یعنی وہ چیز جو اصل اس کی حیات ہے جس سے چراغ جلتا ہے اس کو وہ وحی اور نبی کریم ﷺ سے حاصل کرتا ہے تو پھر اس کے دل کا چراغ روشن ہو جاتا ہے اور وہ ایسا چراغ ہے کہ اسے باہر سے کوئی آگ نہیں دکھانا پڑتی اور اتنا شفاف تیل ہے کہ وہ روشن ہو جاتا ہے۔

خانقاہوں کی فضیلت:

قولہ تعالیٰ: فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (النور:36)

ترجمہ: وہ ایسے گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے۔

"بقول ابوحبان بیوت عام ہے مساجد اور مدارس اور خانقاہوں کو اور رفع سے مراد ان کی تعظیم قدر، پس اس بناء پر اس میں خانقاہوں کی فضیلت ہے جو ذکر کے لیے موضوع ہیں اور ان کی تعظیم قدر یہ ہے کہ ان کا حق ادا کیا جاوے یعنی جس غرض کے لیے وہ موضوع ہیں وہ عمل میں لائی جاوے۔"

فرماتے ہیں اس میں خانقاہوں، مدارس جن میں دینی تعلیم دی جاتی ہو، قرآن پڑھایا جاتا ہو، حدیث پڑھائی جاتی ہو یا مساجد یا خانقاہیں جہاں ذکر اذکار ہوتا ہے ان کی تعظیم کی جانی چاہیے۔ فرمایا، ان کی تعظیم اور قدر یہ ہے کہ وہ جس کام کے لیے بنے ہیں، وہ کام وہاں پوری دیانت داری سے کیا جانا چاہیے، جو مرکز ذکر اذکار کے لیے بنا ہے اس میں پوری محنت سے ذکر اذکار کیے جانے چاہئیں۔ جو مرکز تعلیم و تعلم کے لیے بنا ہے پوری محنت پوری دیانت سے اس میں تعلیم و تعلم کا کام کیا جانا چاہیے۔ یہ ان کی قدر اور ان کی عزت کرنے کا طریقہ ہے۔

ملکہ یادداشت و خلوت در انجمن:

قولہ تعالیٰ: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ (النور:37)

ترجمہ: جن کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے نہ فروخت۔

"یہ اصل ہے ملکہ یادداشت و خلوت در انجمن کی۔"

فرماتے ہیں یہ آیت اصل ہے جو صوفیہ خلوت در انجمن کہتے ہیں کہ لوگوں میں بیٹھ کر بھی بندہ اکیلا ہوتا ہے یعنی اپنی جو اس کی اصل توجہ ہے وہ اپنے ذکر اذکار اور ذاتِ باری کی طرف ہوتی ہے اور دنیا کے کام بھی کر رہا ہوتا ہے۔ وہ جو پنجابی میں کہا گیا ہے کہ "ہتھ کار وَل۔ دِل یار وَل" کہ کام کاج بھی کر رہا ہوتا ہے۔ لوگوں سے باتیں بھی کر رہا ہوتا ہے لیکن قلبی کیفیات اپنی جگہ جاری ہوتی ہیں۔ تو اصل توجہ اس کی اللہ جل شانہٗ پر ہوتی ہے اسے کہتے ہیں "خلوت در انجمن" کہ بہت سے لوگوں میں بیٹھ کر بھی اکیلے طور پر اپنا کام ایسا کرتے رہنا جیسے اکیلا بیٹھا ہے۔ فرمایا صوفیا کو اللہ کی طرف سے اس طرح کی یادداشت اور ذکر کا ملکہ عطا کر دیا جاتا ہے اور اتنی قوت حاصل کر لیتے ہیں اللہ کے کرم سے کہ وہ کام کاج دنیا کا بھی کر رہے ہوں تو دل اللہ کی طرف لگا ہوتا ہے اور اپنے اذکار کر رہا ہوتا ہے۔

طریق میں دھوکا کھانا:

قولہ تعالیٰ: اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (النور:39)

ترجمہ: ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ پیاسا اس کو پانی خیال کرتا ہے۔

"یہی حالت ہے مغرورین طریق کی کہ اپنے اعمال کو حقائق سمجھتے ہیں حالانکہ وہ محض خیالات ہیں جن کی حقیقت امتحان یا موت کے وقت معلوم ہو جاتی ہے۔"

فرمایا یہ ان لوگوں کا حال ہے جو صوفی یا سالک بننے کی کوشش تو کرتے ہیں یا اظہار کرتے ہیں یا طریقہ اختیار کرتے ہیں لیکن حقیقت انہیں نصیب نہیں ہوتی۔ یہ محض اپنے وہم اور خیال میں طومار باندھتے رہتے ہیں کہ میں فلاں مرتبے پر ہوں اور میں غوث ہو گیا، میں قطب ہو گیا، میں ابدال ہو گیا، میری یہ ترقی ہو گئی، میں بڑی اونچی منزل پر ہوں حالانکہ ان کے پاس ہوتا کچھ نہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے صحرا میں پیاسے کو دور سے چمکتی ہوئی ریت پانی لگتی ہے جب وہاں جاتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ زندگی میں تو دھوکے میں رہتے ہیں جب موت آتی ہے تو اصل حالت کھل جاتی ہے اور پتا چل جاتا ہے کہ ہم

تو دھوکے میں رہے۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔

بدون استعدادِ روح عمل نہیں:

قولہٗ تعالیٰ: وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور:40)

ترجمہ: اور جس کو اللہ ہی نور نہ دے اس کو نور نہیں۔

"یہ اصل ہے اس کی کہ جس میں استعداد نہیں اس میں فعل نہیں۔"

اللہ ہی جس کو نور نہ دے فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ اسے نور نصیب نہیں ہوتا۔ فرماتے ہیں کہ فطری طور پر کسی میں اللہ نے استعداد ہی نہ رکھی ہو تو اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ استعداد عطائے الٰہی ہے اور وہ قادر ہے جب چاہے دے سکتا ہے لہٰذا اللہ سے استعداد طلب کرنی چاہیے تو مراقبات و مقامات خود بخود مل جاتے ہیں اگر بندے کو یہ وہم پڑ جائے کہ میں بڑا مقدس بڑا نیک ہوں، مجھ میں استعداد ہے تو وہ مارا جاتا ہے لہٰذا اللہ کریم سے ہر وقت یہ طلب کرنا چاہیے کہ اللہ میں اہل نہیں ہوں، مگر تیری عطا تو مجبور نہیں ہے مجھے اہل بنا دے۔ مجھ میں استعداد نہیں ہے تو مجھے استعداد عطا کر دے تو اُسے اپنے عجز کا اور عظمتِ الٰہی کا خیال رہتا ہے اور اگر یہ خیال خدانخواستہ آ جائے کہ میں تو بڑا پارسا ہوں، پھر مارا گیا۔

جمادات وغیرہ میں ادراک و تسبیح کا حقیقۃً ہونا:

قولہٗ تعالیٰ: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (النور:41)

ترجمہ: سب کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے۔

"اگر اس کو حقیقت پر محمول کیا جاوے جیسا کہ ظاہر بھی ہے تو اس سے جمادات و حیوانات کے لیے بھی ادراک اور دعا و تسبیح کا اثبات ہوتا ہے اور اہل کشف اس میں کچھ بھی استعداد نہیں سمجھتے۔"

فرماتے ہیں کہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق اپنی اپنی دعا اور اپنی اپنی تسبیح سے واقف ہے۔ انسان، جنات ان میں شیاطین بھی شامل ہیں اور فرشتے مکلف مخلوق ہے باقی جتنی غیر مکلف مخلوق ہے ان کو اپنی تسبیح بھی یاد ہے وہ کرتے رہتے ہیں اور اپنی دعا بھی یاد ہے وہ مانگتے رہتے ہیں اور زبانِ حال سے نہیں زبان قال سے۔ اور فرماتے ہیں جسے اللہ نے کشف عطا کیا ہے اسے تو اس میں کوئی مشکل نہیں اسے تو پتا ہے کہ ہر درخت، ہر پتھر، ہر چیز اللہ کی تسبیح بھی کرتی ہے اور اللہ سے بخشش بھی مانگتی ہے اور جنہیں نہیں ہے انہیں قرآن کی آیت سن کر مان لینا چاہیے چونکہ آیت ظاہر پر دلالت کر رہی ہے كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ، ہر چیز اپنی دعا اور اپنی تسبیح کا علم رکھتی ہے۔

دل میں مشائخ پر انکار رکھنے والوں کی نظیر:

قولہٗ تعالیٰ: وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ (النور:47)

ترجمہ: اور یہ لوگ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر ان میں ایک گروہ سرتابی کرتا ہے۔

"اس میں ان لوگوں کے حال کی طرف بھی اشارہ ہے جو دل سے مشائخ پر انکار کرتے ہیں اور زبان سے باتیں بناتے ہیں۔"

فرمایا اس آیہ کریمہ میں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ زبانی بڑی تعریف کرتے ہیں اور مشائخ سے تعلق کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دل انکار کر رہے ہوتے ہیں، دل سے نہیں مانتے اور اگر دل تسلیم نہ کرے تو انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ منافقت کی فردِ جرم ان پر عائد ہوتی ہے، الٹے گنہگار ہوتے ہیں۔

اعراض کرنے والوں کے درپے نہ ہونا:

قولہٗ تعالیٰ: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (النور:54)

ترجمہ: پھر اگر تم لوگ روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو رسول کے ذمہ وہی ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے۔

"اس میں دلالت ہے اس پر کہ جو شخص خود اعراض کرے شیخ کو

اس کے در پے ہونا مناسب نہیں اس کا کام صرف تبلیغ کر دینا ہے۔"

فرمایا اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شیخ کو یا سلسلے کو چھوڑ کر چلا جائے تو شیخ کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے پیچھے بندے دوڑائے، اس کے پیچھے بھاگے اور اس کو واپس لائے۔ شیخ کا کام بات کا پہنچا دینا ہے آگے کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اور عموماً مشائخ یہ طریقہ نہیں کرتے ہاں جو دنیا دار ہیں، جن کے پاس یہ نعمت نہیں ہوتی انہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ یہ لوگ کھو گئے تو میری آمدن رک جائے گی یا میرے احترام میں فرق آ جائے گا۔ تو وہ بندے بندے کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ مشائخ کسی کے پیچھے نہیں بھاگتے، کوئی پرانا ساتھی بھی چھوڑ کر جانا چاہے تو اس کے پیچھے بھی نہیں جاتے، ہاں بات پہنچاتے رہتے ہیں جو ان کی ذمہ داری ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ذمے اللہ کا پیغام پہنچانا تھا، کافروں کو پکڑ پکڑ کر لانا نہیں تھا۔

اتباع سنت کا کشف حقائق کے لیے ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ (النور:54)

ترجمہ: اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے۔

"روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے کشف حقائق ہوتا ہے جو حاصل ہے اھتداکا۔"

فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی جتنے خلوص سے کوئی مکمل اطاعت کرتا ہے اسے چیزوں کی حقیقتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے کہ ربّ ارنا حقیقۃ الاشیاء اوکما قال رسول اللہ ﷺ یا اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا۔ ایک دفعہ یہ واقعہ ہوا کہ بکری کے کلیجے کا ٹکڑا ہدیتاً کسی نے بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ آپ کے دولت کدے پہ وہ ٹکڑا کسی برتن میں رکھا تھا تو ام المومنین ؓ نے سوچا حضور ﷺ آئیں گے تو اسے پکا کر پیش کریں گے۔ دریں اثناء کوئی سوالی آ گیا اس نے سوال کیا تو اسے بتایا گیا کہ گھر میں صرف اللہ کا نام ہے یعنی دینے کو کچھ نہیں ہے۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے اور ام المومنین ؓ نے پکانے کے لیے برتن کا ڈھکنا اٹھایا تو وہاں ایک سیاہ پتھر تھا تو بڑی حیران ہوئیں، حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں یا رسول اللہ میں نے یہ کلیجی کا ٹکڑا آپ کے لیے رکھا تھا یہ پتھر بن گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی سوالی تو نہیں آیا تھا؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ ایک سوالی آیا تھا لیکن یہ آپ کے لیے رکھا تھا اور کوئی چیز گھر میں دینے کے لیے نہیں تھی تو میں نے اسے بتا دیا۔ فرمایا یہ بھی تو چیز تھی آپ یہ اسے دے دیتیں تو بہتر ہوتا، آپ نے نہیں دیا تو اللہ نے ہمیں اس کی حقیقت بتا دی کہ جب اسے نہیں دیا گیا تو یہ پتھر بن گیا۔ اب یہ اللہ کا انعام ہے کہ وہ ہم پر چیزوں کی حقیقت ظاہر کر دے حقیقت ظاہر نہ ہوتی تو ہم تو اسے کلیجی سمجھ کر کھا لیتے لیکن وہ پتھر کھانے کے مترادف تھی، اس سے کیا کیا مصیبتیں پیدا ہوتیں تو یہ اللہ کا انعام ہے کہ اس نے ہم پر حقیقت واضح کر دی اور آپ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقت سے آگاہ فرما۔ تو فرماتے ہیں حضور ﷺ کی دل سے، خلوص سے مکمل اطاعت کی جائے تو چیزوں کی حقیقتیں منکشف ہونے لگتی ہیں۔ پھر بندہ حرام کے مال یا چوری یا رشوت کو دولت نہیں سمجھتا، پھر یہ سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ مصیبت ہے، یہ پریشانی ہے، یہ اللہ کی بارگاہ میں تباہی کا سبب بنیں گی، یہ آخرت میں عذاب کا سبب بنیں گی۔ بظاہر جو کام خوشنما ہوتے ہیں لیکن شرعاً جائز نہیں ہوتے اگر کامل اتباع کیا جائے تو پھر ان کی حقیقتیں منکشف ہونے لگتی ہیں اور اللہ کریم گناہ سے بچنے کا سبب بناتا ہے۔

خلافتِ باطنی کی شرط:

قولہ تعالیٰ: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (النور:55)

ترجمہ: تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔

"یہی حال ہے خلافت باطنی کا یعنی منصب ارشاد و ملک القلوب کا کہ وہ ایمان کامل و عمل کامل سے ہوتی ہے۔"

آیہ استخلاف میں کہتے ہیں سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ خلافت ایمانِ کامل اور عمل کامل سے نصیب ہوتی ہے جن کو صاحب مجاز بنایا جاتا ہے ان کو چاہیے کہ اپنے عقیدے میں بھی پختگی اختیار کریں اور عمل میں بھی کردار کی بہت پختگی چاہیے تب نصیب ہوتی ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آج نام نہاد صوفی نظر آتے ہیں جنہیں صرف خلافت سے غرض ہے کردار کی اصلاح وحصول برکات سے نہیں۔ بے شمار لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے فرضی ادارے بنا رکھے ہیں۔ بزرگ تھے اللہ اللہ کرتے تھے بعد میں جو لوگ آئے وہ محض گدی نشینی پر گزارہ کر رہے ہیں، ویسے ہی خلافت دے دیتے ہیں اور لینے والوں کو بھی اس کی کچھ سمجھ نہیں ہوتی، نہ ان کے کوئی عقیدے کی تصحیح ہوتی ہے نہ کردار میں تبدیلی آتی ہے، وہ اس بات پر خوش ہو جاتے ہیں کہ مجھے خلافت مل گئی۔

فرمایا، اس کے لیے ایمان کامل اور عمل کامل کا ہونا لازمی ہے۔

بدون ظاہری اذن کے مرید کے مال میں تصرف:

قولہ تعالیٰ: اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ (النور:61)

ترجمہ: یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

"یہ آیت اصل ہے اس کی جو بعض اہل طریق سے منقول ہے کہ انہوں نے مرید کے مال میں بدون ان کے ظاہر اذن کے اس قسم کا تصرف کیا کہ علاج نفس کے لیے ان کے خرچ کر ڈالنے کا حکم لازم کر دیا۔ وجہ یہ کہ ان کو اذن بالقلب پر اعتماد تھا ورنہ شبہ میں یہ جائز نہیں۔"

کہ بعض اوقات مشائخ کسی مرید کا مال اس کی ظاہری اجازت کے بغیر خرچ کر دیتے ہیں لیکن اس میں مصلحت یہ ہوتی ہے کہ اس کا علاج کرنا چاہتے ہوتے ہیں کہ شاید آزمائش ہوتی ہے کہ دولت سے اس کو کتنا لگاؤ ہے یا دولت اسے خراب نہ کر دے اور وہ اذن بالقلب پر اعتماد کرتے ہیں یعنی ان کا اس کے قلب سے اتنا تعلق ہوتا ہے، اگر یہ تعلق نہ ہو تو محض شبہ میں جائز نہیں کہ محض کسی پر آپ شبہ کریں کہ یہ دولت سے خراب ہو جائے گا اس کی دولت اسے خرچ کرنے کا حکم دیں یا خود خرچ کر دیں یہ درست نہیں ہے۔ وہ اعتماد شیخ اور مرید میں ہونا چاہیے کہ جو مال ومنال سے بالاتر ہو تو پھر یہ جائز ہے۔

مرید کو استبداد کی ممانعت:

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓي اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ (سورۃ النور:62)

ترجمہ: بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لیے جمع کیا گیا ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں، نہیں جاتے۔

"روح میں ہے کہ اس میں (یہ بھی) اشارہ ہے کہ مرید کو مستقل ہو کر کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔"

آیہ کریمہ میں ارشاد ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوط ایمان رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے لیے بلاتے ہیں یا حکم دیتے ہیں یا جمع فرماتے ہیں تو پھر جب تک حضورؐ اجازت نہ دیں وہاں سے نہیں جاتے یا اگر کوئی مجبوری ہو تو حضور ﷺ سے اجازت لیتے ہیں بغیر اجازت کے نہیں جاتے۔ فرماتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ مرید کو مستقل ہو کر کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔ انسانی مزاج ہے بندہ کہتا ہے میری یہ عادت ہے میں اس طرح کرتا ہوں۔ ایک خاص عادت بن جاتی ہے، بات کرنے میں بھی ایک لفظ تکیہ کلام بن جاتا ہے، کام کرنے کا ہر ایک کا اپنا ایک انداز مقرر ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں جسے سلوک سیکھنا ہے، اللہ اللہ سیکھنی ہے اسے کوئی کام مستقل عادت کے طور پر نہیں اپنانا چاہیے، اسے اس بات کا انتظار رہنا چاہیے کہ جو حکم ہوگا جیسے حکم ہوگا میں ویسا کروں گا۔

اکرم التفاسیر

سورۃ یٰسٓ آیات 1 تا 10

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣
یٰسٓ۔ قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔ بے شک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥
سیدھے راستے پر ہیں۔ (یہ قرآن) اللہ زبردست، مہربان کی طرف سے نازل فرمایا گیا۔
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦
تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے سو وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔
لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧
بے شک ان میں سے اکثر پر حق (اللہ کی) بات پوری ہو چکی ہے پس وہ (ہرگز) ایمان نہ لائیں گے۔
اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ
یقیناً ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں سو وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے) ہیں، پس وہ سر اونچا
مُّقْمَحُوْنَ ۝٨ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا
کررہے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے بھی ایک دیوار بنادی ہے اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار
وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٩
پھر ان کو ڈھانپ دیا سو وہ (اس کو) دیکھ نہیں سکتے۔
وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠
اور ان کے لیے آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ۔

سورۃ یٰسٓ شروع ہوتی ہے یہ بائیسویں پارے سے شروع ہوتی ہے اور تیئیسویں پارے میں مکمل ہوتی ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ڈیڑھ دو رکوع بائیسویں پارے میں باقی تیئیسویں پارے میں ہیں۔ حدیث شریف میں اسے قرآنِ حکیم کا دل کہا گیا۔ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔ اس کے بے پناہ فضائل حدیث شریف میں بھی آئے ہیں اور بزرگانِ دین نے بھی بیان کیے ہیں، بیماری میں بھی پڑھ کر پھونکی جائے شفا ہے، پڑھ کر دعا کی جائے اللہ پاک مشکلات آسان فرماتے ہیں۔ اس کی بے پناہ برکات اور فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں، بزرگانِ دین کے بھی بہت اقوال ہیں لیکن ایک بات یاد رکھیے، یہ جو کہا جاتا ہے کہ سونے سے پہلے سورۃ ملک پڑھ لو تو بڑی برکت ہوتی ہے، کوئی تکلیف ہو تو یٰسٓ شریف پڑھ کر دُعا کرو قبول ہوتی ہے اس سارے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ باقی قرآن پڑھنا چھوڑ دیا جائے۔ اللہ کریم کا حکم ہے کہ قرآن کو پڑھو اور قرآن پڑھا جائے لہٰذا قرآنِ کریم کو مسلسل پڑھنا سنت بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ساری عمر پڑھا ہے اور پڑھنے کا حکم بھی قرآن میں موجود ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے۔ حکم ہے کہ پڑھا کرو۔ یہ جو وظائف بتائے جاتے ہیں کہ فلاں سورۃ پڑھی جائے کوئی سورۃ یوسفؑ پڑھتا ہے کوئی سورۃ نوحؑ پڑھتا ہے، کوئی دوسری سورۃ، سورۃ مزمل بہت پڑھی جاتی ہے، سورۃ یٰسٓ پڑھی جاتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہ سورۃ پڑھو باقی قرآن چھوڑ دو۔ قرآن کو روزانہ پڑھو، مسلسل پڑھو، اس کی

ترتیب سے پڑھو، ٹھہر کر ترتیب سے سمجھ کر پڑھو، ممکن ہو تو اس کے معنی سمجھنے کی کوشش کرو اور اللہ توفیق دے تو اس پر عمل کرو۔ یہ ہمارے اسباق میں گزر چکا ہے کہ محض تلاوت جو ہے وہ بھی ایسی کیفیت دے دیتی ہے کہ بندہ گناہوں سے توبہ کر کے نیکی پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ روزانہ کرنی چاہئے، ایک رکوع پڑھ لیں آدھا رکوع پڑھ لیں لیکن کوئی دن قرآن کے بغیر خالی نہ جانے دیں، پڑھا کریں۔ سورۂ یٰسٓ اکثر حضرات بطور وظیفہ پڑھتے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی اس کی تعریف ہے بزرگانِ دین نے بھی اس کی تعریف کی ہے، پڑھ کر بیمار پر دم کریں شفا کا سبب ہے، پڑھ کر دعا کریں اللہ کریم سے قبولیت کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے یٰسٓ ① یٰسٓ حروف مقطعات میں سے ہے حروفِ مقطعات کے بارے پہلے گزر چکا کہ اللہ ورسولہٗ اعلم اللہ بہتر جانتے ہیں یا ان کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، ان پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی تلاوت ضروری ہے اور ان کے معنی نہ بھی آتے ہوں تو ان کی برکات نصیب ہو جاتی ہیں۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ②۔۔۔ قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔ جس کی قسم کھائی جائے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اس بات کا گواہ ہے، اس بات کا سچا گواہ ہے، شاہد عدل ہے، اس لیے فرماتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، اللہ ہی ہر چیز پہ شاہدِ عدل ہے اور اللہ ہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ خود اللہ نے قرآن کی قسم کھائی کہ یہ قرآن بھی گواہ ہے۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③۔۔۔ بیشک آپ ﷺ رسولوں میں سے، پیغمبروں میں سے ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے برحق پیغمبر ہیں۔

فرمایا یہ قرآن گواہ ہے۔ اس قرآن کو آپ سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ الناس تک پڑھ جائیں تو اس کے ارشادات، اس کے واقعات، اس کے احکام اس کے طریقے، اس کی بتائی ہوئی تہذیب، اس کے بتائے ہوئے سلیقے، اس کے بتائے ہوئے کاروباری طریقے، حکمرانی کے طریقے، عدلیہ اور اس سارے نظام کو اگر آپ پڑھ جائیں تو قرآن خود اس بات پہ گواہی دے گا کہ میں جس پہ نازل ہوا ہوں وہ اللہ کا رسول ﷺ ہے، میں اللہ کا کلام ہوں۔ اتنے اعجاز ہیں قرآن میں، اتنے معجزات ہیں کہ اپنے نزول سے لے کر قیامت تک انسانی ضرورتوں کا ایک نظام مرتب کر دیا۔ اس میں سارے شعبے موجود ہیں۔ حکومت کے سارے شعبے عدلیہ، تعلیم، تجارت، ٹیکسیشن Taxation سب ہیں۔ پھر پبلک کے حقوق کیا ہیں، ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں، حکومت کے حقوق کیا ہیں، ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ قومی، بین الاقوامی، دنیا کے ساتھ معاملات کا پورا نظام اس چھوٹی سی کتاب میں اللہ نے ترتیب دے دیا۔ قرآن اس بات پہ گواہ ہے کہ آپ ﷺ پر یہ نازل ہوا اور مخلوق نے اسے آپ ﷺ سے لیا اس لیے آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول اور پیغمبر ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس بات پہ گواہ ہے کہ یہ اس غالب کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس کے قوانین کو توڑنا رائیگاں نہیں جائے گا، سزا بھگتنی پڑے گی، اس لیے کہ وہ بادشاہ ہے، قادر ہے، غالب ہے اور الرحیم بہت بڑا رحم کرنے والا ہے اس جیسا دوسرا کوئی بھی نہیں، یہ قرآن بھی اس کی بہت بڑی رحمت ہے۔ اس کا دیکھنا ثواب، اس کا پڑھنا سنّت اور پڑھا جا رہا ہو تو اس کا سننا فرض ہے۔ تلاوت ایک عبادت ہے، اور اس میں ایسی کیفیات پیدا ہوتی ہیں جو بندے کے عمل کو، اس کی زندگی کو، اس کے کردار کو اطاعتِ الٰہی میں ڈھال دیتی ہیں۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑤۔۔۔ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس کی تنزیل ہے وہ اللہ جو غالب ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ خوش نصیب ہیں وہ جو نزولِ قرآن کے مقصد کو سمجھتے ہیں اور اس کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ بے پناہ مہربان ہے، وہ اتنا رحیم ہے کہ اے انسان! اس نے تیرے لیے یہ قرآن نازل فرمایا۔ تیرے لیے انبیاءؑ مبعوث فرمائے، تیرے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا، تیری بخشش کے یہ سارے اسباب اس نے پیدا کر دیئے، اب اگر تُو ہی اتنا بدنصیب ہے کہ بخشش کے اتنے اسباب ہوتے ہوئے تُو ان سے فائدہ حاصل نہیں کرتا تو پھر یہ تیری کوتاہی ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۝۶ ---تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ان کے انجام کی خبر دیں جن کے باپ دادا کے پاس کوئی نبی نہیں آیا، انہیں یہ خبر نہیں دی گئی اور اس وجہ سے وہ بہت غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ پانچ صدیاں بیت گئیں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا۔ تقریباً پانچ سو سال کے بعد حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور قرآنِ کریم نازل ہوا تو ان کی کئی پشتیں چودہ پندرہ پشتیں بغیر ہدایت کے، بغیر دعوتِ الٰہی کے، بغیر کسی نبیؑ کی بارگاہ میں پہنچنے کے گزر گئیں۔ یہ حق اور سچائی سے دور ہو چکے تھے۔ ان کے باپ دادا سے غفلت چلی آرہی تھی، وہ دور ہو گئے تھے، بھول گئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کو نازل فرمایا کہ آپ ﷺ انہیں ان کے انجام کی بروقت اطلاع دیں۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۷ ---ان میں سے اکثریت وہ ہے جنہیں اللہ کے غضب کا شکار ہونا پڑا اور اللہ کریم کی بات پوری ہوئی کہ جس نظریے اور جس کردار سے اللہ نے روکا تھا اگر وہ کردار ہوگا تو ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ اللہ کریم کے قانون اٹل ہیں، یقینی اور قطعی ہیں۔ بعض کرداروں پر بعض اعمال پر یہ سزا رکھ دی جاتی ہے کہ اگر بندہ یہ جرم کرے گا تو پھر اسے ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ اچھے بھلے بندے، آپ نے دیکھا ہوگا، نیک لوگوں میں پیدا ہو جاتے ہیں، شریف خاندانوں میں پیدا ہو جاتے ہیں لیکن جوان ہو کر، بڑے ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں، بے دین ہو جاتے ہیں، کافر ہو جاتے ہیں۔ اگلے دن برطانیہ سے ایک خاتون میرے ساتھ فون پر بات کر رہی تھی کہ میرے بچے لاالٰہ الا اللہ تو پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ (ﷺ) نہیں پڑھتے۔ کہتے ہیں ہم نے خود اللہ کو جان لیا لاالٰہ الا اللہ کافی ہے۔ محمد رسول اللہ کا کیا احسان ہے کہ ہم انہیں مانتے پھریں؟ یہ کیا ہو گیا لوگوں کو؟ لاالٰہ الا اللہ کس نے بتایا تھا، اگر محمد رسول اللہ (ﷺ) کو درمیان سے ہٹا دو تو پھر تمہارے پاس لاالٰہ الا اللہ کی شہادت کیا ہے؟ بعض کرتوتوں کی وجہ سے اللہ کی طرف سے یہ سزا مل جاتی ہے ایمان نصیب نہیں ہوتا بلکہ ہو تو ضائع ہو جاتا ہے۔ تو یہ ایسے بدنصیب ہیں کہ آپ ﷺ کا اتباع نہیں کرتے ایمان نہیں لاتے، ان پر اللہ کا قول سچ ثابت ہو چکا ہے، انہوں نے وہی جرائم کیے، اسی طرح تکبر کیا، وہی برائی کی جس کے نتیجے میں انہیں توبہ نصیب نہیں ہو رہی، ایمان نصیب نہیں ہو رہا اور یہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کا عالم یہ ہے جیسے اللہ نے ان کے گلے میں طوق باندھ دیئے ہوں۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا --- ہم نے ان کے گلے میں طوق باندھ دیئے۔ فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ --- انہوں نے ٹھوڑیوں تک ان کے گلے کو اس طرح اٹھا رکھا ہے۔ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ --- یہ نیچے دیکھ ہی نہیں سکتے کہ راستہ کدھر جا رہا ہے۔ یہ ہمیں نظر نہیں آتے لیکن اللہ ان کی خبر دے رہے ہیں، اتنے متکبر ہو جاتے ہیں، اتنے اکڑ جاتے ہیں کہ نیکی اور بھلائی کا راستہ نظر نہیں آتا۔ اوپر دیکھ رہے ہیں راستہ تو نیچے جا رہا ہے، وہ سیدھا راستہ بھی انہیں نظر نہیں آتا۔ اللہ کریم نے ان کے گلے میں طوق ڈال دیئے ہیں یعنی بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ توبہ کی توفیق بھی سلب کر دیتے ہیں، توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ گناہ کرتے وقت، جرم کرتے وقت اندازہ کرنا چاہیے۔ اپنے آپ کے ساتھ کچھ رعایت کرنی چاہیے، اپنے آپ کو اتنا تباہ نہیں کرنا چاہیے کہ توبہ کی توفیق بھی سلب ہو جائے۔ فرمایا، ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں اور ان کی ٹھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہیں اور یہ نیچے نہیں دیکھ سکتے، انہوں نے سر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۝۹ --- ان کا عالم یہ ہے کہ جیسے ان کے آگے بھی دیوار بن گئی ہو، ان کے پیچھے بھی دیوار بن گئی ہو، اوپر سے ڈھانپ دیا گیا ہو تو یہ کس راستے پہ چلیں گے، انہیں کیا سمجھ آئے گی؟ یہ نظر نہ آنے والی دیواریں اور چھتیں ہیں۔ یہ کیسے بنتی ہیں؟ یہ انسانی کردار بناتا ہے۔ بعض گناہوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہدایت کی راہ میں دیوار بن جاتے ہیں اور توبہ نصیب ہی نہیں ہوتی اور مزید غفلت میں جیسے کسی کے آگے پیچھے دیوار بنا کر اوپر سے ڈھانپ دو تو اسے کیا خاک نظر آئے

گا؟ کہاں جاسکے گا؟ کیا دیواریں توڑ کر جائے گا؟ نہیں جاسکتا۔ اسی طرح جرائم، گناہ، برائیاں، کفر اور شرک آدمی کے گرد دیواریں چُن دیتے ہیں اور اس پر چھتیں ڈال دیتے ہیں۔ وہ تاریکیوں میں ڈوب جاتا ہے، اندھیروں میں پھنس جاتا ہے، اسے کوئی نظر نہیں آتا، کوئی سمجھ نہیں آتی کوئی راستہ بھائی نہیں دیتا اور اسی گمراہی میں مر کر تباہ ہو جاتا ہے اور ہمیشہ کے لیے اللہ کے عذاب کی گرفت میں آجاتے ہیں۔

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩

وہ اس عالم کو پہنچ گئے ان کے لیے برابر ہے آپ ﷺ انہیں تبلیغ کریں یا نہ کریں وہ مان کر نہیں دیں گے، اس لیے کہ ان کی توفیق ہی سلب ہوگئی، فرصت ہی نہیں رہی۔ اب دیکھیں ناں ہم روزانہ غذا جو کھاتے ہیں، کھانا جو کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں، دودھ پیتے ہیں، چائے پیتے ہیں نارمل روٹین ہے زندگی کی، لیکن بخار ہو جائے تو ہم کھانے سے رک جاتے ہیں۔ بھئی بخار ہوا تو زندگی تو نہیں رک گئی کھانا کھاؤ، ہم میٹھی چیز کھاتے ہیں وہ پھیکی لگتی ہے، ہم کھانا کھاتے ہیں وہ کڑوا لگتا ہے، بے ذائقہ لگتا ہے۔ کھانا تو وہی ہے بخار نے مزاج بدل دیا۔ اسی طرح گناہ جو ہیں یہ مرض ہیں، گناہ ایسا ذائقہ بدل دیتے ہیں کہ نیکیاں کڑوی لگنے لگتی ہیں۔ انسان کو اپنا اندازہ اس حساب سے کرنا چاہئے کہ اگر میں بھلا کروں تو کیا میرا دل مطمئن ہوتا ہے پھر ٹھیک ہے۔ گناہ کروں تو اس کی کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے تو پھر میری صحت ٹھیک ہے، شرم آتی ہے، توبہ کرتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں، غلطی ہو جاتی ہے پھر رجوع الی اللہ کر لیتا ہوں، توبہ کر لیتا ہوں تو پھر اللہ سے رحمت کی اُمید ہے۔ لیکن اگر گناہ میں لذت آنے لگ گئی، نیکی کڑوی لگنے لگ گئی اور نمازیں چھوٹ گئیں اور اللہ کا ذکر چھوٹ گیا، تلاوت نصیب نہ رہی، آہستہ آہستہ حلال ہاتھ سے جاتا رہا، حرام پہ آ گیا روزگار تو پھر کیا فائدہ، کیا حاصل ہوگا۔ اسی طرح انسان کی ہدایت میں علمائے حق فرماتے ہیں کہ اسی فیصد دخل اس کے رزق کا، روزی کا ہوتا ہے، اگر کوئی روزی حرام کما رہا ہے، تو پھر وہ ہدایت نہیں پاسکتا، حرام کھا کر وہ کیفیات نہیں بنتیں کہ اللہ کی عظمت کا ادراک ہو نبی ﷺ کی صداقت کا ادراک ہو۔ حرام رگ و پے میں، خون میں، ریشوں میں، دماغ کی ایک ایک نس میں، ایک ایک ذرّے میں، ایک ایک ایٹم میں چلا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو گوشت حرام سے بنے گا کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ۔۔۔ جو گوشت، جو خون، جو وجود کا حصہ حرام سے بنتا ہے فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔۔۔ (رواہ امام احمد فی مسندہ) اس کا علاج دوزخ ہی ہے، اس کے لیے آگ ہی سزاوار ہے او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ حرام سے جو تعمیر ہوگا وہ آگ ہی میں جلے گا۔ تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری ہدایت کا اسی فیصد مدار رزق کے وسائل پر ہے، پندرہ فیصد مدار والدین پہ ہوتا ہے جن کی آغوش میں بچہ پلتا ہے۔ کیسے ہیں؟ وہ نیک ہیں، بدکار ہیں، ان کا عقیدہ ٹھیک ہے، خراب ہے، پانچ فیصد معاشرہ ہماری تعمیر کرتا ہے۔ جب ہم بڑے ہوتے ہیں لوگوں سے ملتے جلتے ہیں تو پانچ فیصد اثر معاشرے کا ہوتا ہے پندرہ فیصد والدین کا ہوتا ہے اور اسی فیصد غذا کا خوراک کا روزی کا۔ تو فرمایا ان کے لیے برابر ہے آپ انہیں تبلیغ کریں یا نہ کریں یہ ایمان نہیں لائیں گے کہ ان میں وہ استعداد ہی نہیں رہی، یہ تباہ ہو چکے ہیں، جل چکے ہیں، تباہ ہو چکے ہیں۔ الحمدُ للہ!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

دعائے مغفرت

1۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی تسنیم انجم کے والد محترم

2۔ جہلم سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد سرمد علی کے والد محترم

3۔ سرانوالی، سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد حسین میواتی کی اہلیہ محترمہ

4۔ بھمبر، آزاد کشمیر سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوبیدار میجر عبدالخالق صاحب

5۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اجمل کے بیٹے، ساتھی مبشر صاحب

وفات پا گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

6 مئی 2015ء

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال:

عبادات کا حاصل کیا ہے؟

جواب:

میرا خیال ہے، یہ ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ عبادات کا حاصل کیا ہے؟ قرآنِ کریم نے اس کا جو جواب ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے۔اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ ؕ وَلَذِكۡرُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ ؕ (سورۃ العنکبوت:45) کہ عبادات بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہیں۔ عبادات کا حاصل یہ ہے کہ بندے کا اللہ کریم کے ساتھ ایک ربط، ایک تعلق بن جاتا ہے وہ تعلق ایک کیفیت ہوتی ہے جو اللہ کی نافرمانی سے روکتی ہے اور رضائے الٰہی کے حصول میں بندہ زندگی بسر کرتا ہے اور یہی مقصدِ حیات ہے۔ تعلق کسی سے بھی ہو، اپنے جیسے بندے سے بھی ہو تو بندہ نہیں چاہتا کہ اسے خفا کرے، ناراض کرے۔ یہ تعلق کی خصوصیت ہے۔ اللہ کریم سے جب تعلق بن جائے تو وہ تعلق بڑا عجیب ہے۔ وہ تعلق ہے خالق اور مخلوق کا۔ اپنے جیسا انسان ہو، اپنے سے بڑا ہو، عہدے میں، منصب میں، دولت میں، وسائل میں تو لوگ کتنی خوشامد کرتے ہیں۔ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ اگر رابطہ یا تعلق اللہ کریم سے استوار ہو جائے جو خالق ہے، رازق ہے ہمہ وقت، ہر لحظہ، بے شمار نعمتیں عطا کر رہا ہے، وجود کے ایک ایک سیل کو، ایک ایک ذرّے کو پال رہا ہے، بے شمار خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ تو بندہ رضائے الٰہی میں لگ جاتا ہے، عبادات سے توفیق اطاعت ارزاں ہوتی ہے اور اگر کوئی نماز روزہ بھی کرتا ہے لیکن سود کھاتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، برائی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عبادات صحیح نہیں ہیں یا طریقے میں کوئی غلطی ہے یا نیت میں کوئی فتور یا ارادے میں کہیں کوئی کمی ہے۔ کہیں نہ کہیں کوئی ایسی کمی ہے کہ آپ دوا بھی کھاتے ہیں اور مرض بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ دوا بھی ٹھیک ہے اسی مرض کی دوا ہے، اصلی ہے، حقیقی ہے پھر کہیں کوئی بدپرہیزی ہے یا لینے دینے میں کچھ فرق ہے۔ تو بندہ اپنے اس کردار سے دیکھ سکتا ہے کہ میری عبادات پر کوئی اجر مرتب ہو رہا ہے یا نہیں۔ کیونکہ آخرت کا دار و مدار کردار پر ہے اور کردار کی صحت کے لیے اور توفیق کے لیے عبادات ہیں۔

سوال:

ایک صوفی کی زندگی میں ٹائم ٹیبل(Time Table) کا کتنا دخل ہے؟

جواب:

ایک مسلمان کی پوری زندگی اوقات کی پابند ہے۔ آپ اوقات کو خلط ملط یا ڈسٹرب(Disturb) نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ ظہر کی نماز عصر کے وقت پڑھیں اور عصر کی مغرب کو پڑھیں مغرب کی عشاء کو پڑھیں۔ یہ نہیں ہوتا۔ بنیادی طور پر اسلام اسی بات کا درس دیتا ہے کہ ہر کام کا ایک وقت ہے اور وہ کام اسی وقت میں اچھی طرح ہوتا ہے۔ اگر آپ اوقات یا ٹائم ٹیبل(Time Table) خراب کر دیں گے تو وہ کام صحیح نہیں ہو سکے گا۔ ایک صوفی ہی نہیں کہ مسلمانوں میں کچھ صوفی ہیں کچھ نہیں ہیں۔ ایک مسلمان کی زندگی جو ہے وہ پوری اوقات کی پابندی ہے، اس میں ایک ترتیب ہے۔ اس کے تعلقات میں بھی ایک ترتیب ہے۔ والدین کا حق کیا ہے، اولاد کا حق کیا ہے، بیوی کا حق

کیا ہے، بہن بھائیوں کا حق کیا ہے، پڑوسی کا حق کیا ہے، اپنے گاؤں کے لوگوں یا شہر کے لوگوں کا حق کیا ہے، قوم کا کیا حق ہے مجھ پر، ملک کا کیا حق ہے، بین الاقوامی طور پر بحیثیت انسان کے میرے حقوق کیا ہیں؟ یہ ساری ترتیب ہے مسلمان کی زندگی میں اور اللہ کریم نے بنادی ہے۔ اس ترتیب کو آپ اگر خلط ملط کریں گے یا خراب کریں تو سارا نظامِ زندگی ڈسٹرب (Disturb) ہوجاتا ہے۔ صوفی ذرا زیادہ کوشش کرتے ہیں اعمال اور کردار میں۔

سوال:

ننانوے فیصد مزاروں کے گدی نشینوں اور بڑے بڑے صوفیاء کے نام کے ساتھ قلندر کا استعمال ہوتا ہے۔ کیا یہ کوئی منصب ہے؟ کیونکہ آپ کے ہاں اس منصب کا ذکر نہیں ملتا۔ ہر دوسری گدی کے پاس یہ منصب کیوں ہے؟

جواب:

بھئی! یہ سوال تو آپ گدی والوں سے کریں کیوں ہے؟ کیوں نہیں ہے؟ ہمارے علاقے میں قلندر کہتے ہیں ان لوگوں کو جو خانہ بدوش ہوتے ہیں اور انہوں نے ریچھ، بندر پال رکھے ہوتے ہیں۔ ان کے تماشے کرکے روزی کماتے ہیں اور لوگوں سے خیرات مانگتے ہیں، انہیں یہاں قلندر کہتے ہیں۔ تصوف میں جہاں تک اللہ کریم نے مجھے علم دیا ہے، میری معلومات ہیں، قلندر نام کا کوئی منصب ہے ہی نہیں۔ ویسے کسی بزرگ کا نام کسی نے قلندر رکھ دیا ہو، اس کے نام ساتھ لگ گیا ہو تو یہ بھی ہوسکتا ہے، کوئی ایسی بات نہیں۔ لوگ عموماً ایسے لوگوں کو جو دنیا سے لاتعلقی کرتے تھے انہیں قلندر کہہ دیتے تھے تو کسی نے کہہ دیا ہوگا۔ لیکن صوفی اللہ کا بہترین بندہ ہوتا ہے، اگر دنیا کو چھوڑ دیا جائے تو دین بھی نہیں بچتا کیونکہ دین کیا ہے؟ دین یہ ہے کہ دنیا کو اللہ کے حکم کے مطابق بسر کیا جائے۔ تو اگر دنیا کو چھوڑ دیں گے تو دین کہاں بچے گا؟ پھر دین رہ کیا جائے گا؟ آپ نے کمانا بھی نہیں ہے۔ آپ نے حلال حرام بھی نہیں دیکھنا، آپ کا کسی سے تعلق بھی نہیں ہے، کسی کی ذمہ داری نہیں ہے، نہ بیوی بچوں کی، نہ والدین کی، نہ بھائیوں بہنوں کی، نہ ملک کی نہ قوم کی، کوئی ذمہ داری آپ کی نہیں ہے تو آپ عمل کیا کریں گے؟ عمل نہیں ہوگا تو پھر منصب کیسے؟ اور تصوف کون سا؟ تو ایسے لوگوں کو جو یکسو ہوجاتے تھے بعض اوقات قلندر کہہ دیتے تھے۔ لیکن قلندر نہ کوئی منصب ہے نہ کسی مراقبے کا نام ہے اور عمومی زبان میں ان خانہ بدوشوں کو قلندر کہتے ہیں جو ریچھ بندر رکھتے ہیں اور ان کے تماشے دکھاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہمارے علاقے کی جو عمومی زبان ہے، اس میں کہتے ہیں۔ باہر کا مجھے پتا نہیں۔ تو ہر گدی کے پاس قلندر ہے ہمارے پاس قلندر نہیں؟ ہمارے پاس تو گدی بھی کوئی نہیں۔ ہم تو عام کرسی پر اور عام چارپائی پر ہی بیٹھتے ہیں۔ کوئی خاص گدی بھی تو ہمارے پاس نہیں۔ یہ گدیوں کا تصور ہی بنیادی طور پر غلط ہے کوئی گدی وغیرہ نہیں ہوتی۔ اسلام تمام مسلمانوں کے لیے ہے اور سب کے لیے برابر ہے اور جتنا اللہ کسی کو توفیقِ عمل دے اور اس کا عمل قبول فرمائے۔ یہ گدی وغیرہ کا تصور محض دنیاداری اور پیسے کمانے کا اور لوگوں کو دھوکا دینے کا ہے۔

سوال:

قرآنِ کریم کی آیت لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ (سورۃ الواقعہ:79) اکثر قرآن پاک کی جلد پر بھی لکھا ہوتا ہے، مولوی صاحبان اس کی تشریح میں کہتے ہیں کہ قرآن کو پاک اور باوضو ہوکر چھونا چاہیے۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ قرآنِ کریم کے معنی ومفاہیم کو وہی چھو سکتے ہیں جن کے قلوب کو پاکیزگی حاصل ہے۔ آپ اس بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے؟

جواب:

ارشاد کیا فرمانا ہے، بھئی مسئلہ ہے جو میری سمجھ میں ہے میں بیان کردیتا ہوں۔ قرآنِ کریم کی یہ آیت کریمہ عظمتِ قرآن کے بارے میں ہے اور یہ آیت آئی ہے اس سلسلہ میں جو نزولِ قرآن ہے۔ جب کفار کہتے تھے کہ انہیں کوئی جن یا شیطان یا جادوگر یہ باتیں سکھا جاتا ہے تو اس ضمن میں، ان کی تردید کرتے ہوتے، اللہ کریم نے فرمایا کہ

قرآن لانے والا فرشتہ ہے، پاکیزہ ہے امانت دار ہے۔ فرشتوں کا سردار ہے اور قرآن تو ایسی کتاب ہے کہ پاکیزہ لوگ ہی اسے چھو سکتے ہیں یعنی شیطان اور جن یا جادوگر وغیرہ اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے۔ آیت کریمہ کا نزول اس ضمن میں ہے۔ آگے اس پر علماء نے جو مسئلہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کو طہارت کی حالت میں چھوا جائے، پڑھا جائے۔ سب کتابیں بنیادی طور پر عربی میں ہیں تو ان میں لفظ طہارت ہی آیا ہے، استعمال کیا گیا ہے لیکن طہارت کیا ہے؟ اس کا جب آپ معنی کرتے ہیں اردو میں تو اکثر حضرات نے اسے وضو قرار دیا ہے کہ باوضو ہو کر ہی پڑھیں۔ لیکن قرآن میں اس کے معنی یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ جب مسجد ضرار بنی اور جب نبی کریم ﷺ کو اسے ڈھا دینے کا، جلا دینے کا حکم ہوا اور وہ جلا دی گئی تو فرمایا گیا کہ آپ اُس مسجد میں قیام کیا کریں جسے اللہ کے نیک بندوں نے بنایا۔ مسجد قبا کے بارے میں فضیلت آئی اور اہل قبا کے بارے میں اللہ کریم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہمیشہ پاک رہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورۃ توبہ:108) اللہ طہارت میں رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ تو نبی ﷺ نے ان احباب سے پوچھا کہ اللہ کریم نے تمہیں ''مُطَّهِّرِيْنَ'' کہا ہے تو کرتے کیا ہو؟ یعنی سارے مسلمان طہارت کرتے ہیں، وضو کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ تم خاص کام کیا کرتے ہو کہ تمہیں اللہ نے ''مُطَّهِّرِيْنَ'' کہا ہے؟ انہوںؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم جب بھی رفع حاجت کرتے ہیں تو پانی سے استنجا کرتے ہیں، صفائی کرتے ہیں۔ ویسے تو استنجا ڈھیلوں سے بھی ہو جاتا ہے۔ استنجا کا مقصد ہے کہ جلد پر کوئی غلاظت نہ لگی رہے یا کوئی رطوبت وغیرہ نکلے تو صاف کی جائے۔ جلد صاف کر دی گئی تو طہارت ہو گئی۔ انہوںؓ نے عرض کی کہ ہم ہمیشہ پانی سے طہارت کرتے ہیں۔ اگر اس کو دیکھا جائے تو جو بندہ پانی سے طہارت کر لیتا ہے وہ ''مُطَّهِّرِيْنَ'' میں ہے اور میری ذاتی رائے میں پورے مکمل وضو کی قید درست نہیں ہے۔ اس نے بے شمار لوگوں سے تلاوت چھڑا دی کیونکہ ہر بندہ ہر وقت باوضو نہیں رہ سکتا، کوئی بیماری ہوتی ہے، کوئی حاجت ہوتی ہے، کوئی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم نے اصحابِ قُبا کے حوالے سے جو ''مُطَّهِّرِيْنَ'' کا مفہوم ارشاد فرمایا ہے اس میں اہلِ قبا سے حضور ﷺ کے استفسار پر اُن کا جواب اس مفہوم کی وضاحت کرتا ہے کہ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ استنجے کے لیے پانی کا استعمال کرتے ہیں۔ اس مفہوم کے واضح ہونے کے بعد یہ طے ہو گیا کہ عربی لفظ طہارت کا معنی پاکیزگی ہے، وضو نہیں۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو رفع حاجت کے بعد پانی سے طہارت کر لیتا ہے، وہ جب تک اگلی بار رفع حاجت نہ کرے وہ ''مُطَّهِّرِيْنَ'' میں ہے۔ وضو نماز کے لیے فرض ہے جب نماز فرض ہوگئی ہے تو وضو فرض ہو جاتا ہے۔ نماز کے علاوہ او رکسی عبادت کے لیے سنت میں یا حدیث میں یا قرآنِ کریم میں کہیں وضو کی شرط نہیں آئی۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں، اللہ کریم مجھے بھی ہدایت پر رکھے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ہدایت دے، اس آیت کریمہ کے حوالے سے میری رائے یہ ہے کہ اگر پانی سے طہارت کی جائے تو تلاوت کی جاسکتی ہے پورا وضو ہونا نماز کی شرط ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ متقدمین نے بھی لفظ طہارت ہی عربی میں استعمال فرمایا، اردو ترجے والوں نے طہارت کا ترجمہ وضو کر دیا حالانکہ طہارت کا ترجمہ پاکیزگی ہے، وضو نہیں ہے۔

سوال:

کنوزِ دل میں احدیت، معیت اور اقربیت کے مقامات نہایت وضاحت سے تحریر فرمائے گئے ہیں۔ مجھے ان مقامات کی عمارتیں کافی حد تک دکھائی دیتی ہیں۔ الحمدللہ! میرا سوال یہ ہے کہ دورانِ مراقبہ ہمیں خود کو کہاں کھڑا ہوا محسوس کرنا چاہیے۔ بلڈنگ کے اندر یا باہر یا دروازے پر؟

جواب:

اچھا سوال ہے اللہ کریم ہر ذاکر کو مشاہدے کی قوت دے دیتے ہیں یا وجدان دے دیتے ہیں۔ کشف و وجدان دو مترادفات میں سے ہیں۔ کشف یہ ہوتا کہ اسے کچھ نظر آنے لگ جاتا ہے۔ وجدان یہ ہوتا ہے کہ

نظر نہ بھی آئے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ میرے سامنے کچھ ہے۔ یہ جو وجدان ہے یہ کشف سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور اس میں غلطی لگنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ جب ہم مراقبہ کرتے ہیں تو ہمارا مقصد سیر سپاٹا یا عمارتیں گھومنا دیکھنا نہیں ہوتا۔ مقصد ہوتا ہے کہ وہاں جو انوارات و برکات آرہے ہیں دل انہیں جذب کرے اور وہ کیفیات دل میں در آئیں۔ لہٰذا طالب کو چاہیے کہ اللہ اسے مشاہدہ دے یا وجدان دے تو جس مراقبے پر پہنچے وہاں جا کر کھڑا ہو جائے۔ اس کے سامنے کھڑا ہو جائے اور ان انوارات اور کیفیات کو دل میں اتارنے کی کوشش کرے۔ اس منزل کی جو وہاں عمارت نظر آتی ہے یا کوئی شے تو اس کے سیر سپاٹے میں لگ گیا تو وقت ضائع ہو گیا۔ مقصد اس عمارت کو دیکھنا یا اس کے اندر دیکھنا یا اس میں گھومنا پھرنا نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اس مقام پر کھڑے ہو کر جس طرح کے انوارات اس پر آرہے ہیں انہیں اپنا حال بنائے اور انہیں اپنے دل میں اتارے اور انہیں جذب کرے۔ ان انوارات میں آگے بہت کچھ ہوتا ہے، اللہ کریم کی حکمتیں ہیں اور تہہ در تہہ بات چلی جاتی ہے۔ لیکن یہ ان لوگوں کا کام ہے جنہیں اللہ ایک خاص منصب پہ پہنچا دیتا ہے۔ پھر ان میں بھی وہ لوگ جو آگے یہ کام کرتے ہیں جنہیں شیخ ہونے کا رتبہ اللہ کریم دے دیتا ہے، شاید ان کا ہو۔ لیکن ہمیں بحیثیت طالب اس جگہ پر کھڑے ہو کر متوجہ الی اللہ ہی رہنا چاہیے اور پوری طرح اس خاص مقام پر خاص کیفیات ہوتی ہیں اور خاص قسم کے انوارات ہوتے ہیں ان کو جذب کرنے کی اور دل میں اتارنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس سعی میں لگا رہنا چاہیے۔

سوال:

مراقبات کرتے وقت ہم روحانی طور پر اپنے مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، کیا اس دوران ہمیں جسمانی طور پر مؤدب ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ٹیک لگائے یا ٹانگ پھیلانے سے کس حد تک احتراز کرنا چاہیے؟

جواب:

مراقبات کوئی نماز کی طرح جسمانی عبادت نہیں ہے۔ اب نماز میں متوجہ الی اللہ رہنا بھی ضروری ہے اور جسمانی طور پر بھی قیام، رکوع، ہاتھ باندھنا یہ سارا ضروری ہے۔ مراقبات اس طرح کی عبادت نہیں، مراقبات کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک آپ کو رسائی ہے وہاں تک کی برکات کیفیات انوارات کو سمیٹے، تو مراقبات میں تو ضروری یہ ہے کہ جسم کا خیال ہی نہ رہے۔ پوری توجہ اپنے مراقبے کی طرف رہے تو اس میں کوئی شرط نہیں کہ ہاتھ باندھ کر بیٹھے یا التحیات باندھ کر بیٹھے۔ جس طرح آرام سے بیٹھ سکتا ہے بیٹھ جائے، ٹیک وغیرہ لگانے یا ٹانگیں پھیلانے سے احتراز کرنا چاہیے۔ یہ صحیح طریقہ نہیں ہے۔ مؤدب ہو کر بیٹھے لیکن جسم کا خیال چھوڑ دے اور جس طرح بھی آرام سے بیٹھ سکتا ہے بیٹھا رہے۔ کسی کی ٹانگ میں درد ہے، کسی کے بازو میں، نماز کی طرح کوئی شرط نہیں ہے کہ جسم کی صورت یہ ہو۔ جس طرح آرام سے بیٹھ سکتا ہے، ٹیک لگانے سے سو جائے گا شاید اور توجہ کم ہو جائے، ورنہ ٹیک لگا کر بھی بیٹھا رہے تو مراقبہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آرام سے اگر کوئی سیدھا نہیں بیٹھ سکتا ٹیک لگا لیتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ متوجہ الی اللہ رہنا چاہیے اور جو مراقبہ کر رہے ہیں اس کی کیفیات اور اس کے انوارات کی طرف متوجہ رہیں اور انہیں اپنے دل میں سمونے کی کوشش کریں۔

سوال:

جب روح کی غذا اور دوا ہے تو یقیناً اس کی ضروریات بھی ہوں گی۔ ہمیں ان ضروریات کا علم کس طرح ہو سکتا ہے؟

جواب:

مشکل سوال ہے، آپ کے سوال مشکل ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اللہ کریم کی مخلوق ہے، روح بھی ایک وجود ہے اور اتنے وجود اللہ کریم نے پیدا فرمائے ہیں، ان کی خاصیت ہے کہ ان کی ضروریات بھی ہیں، ان کی صحت بیماری بھی ہے۔ شجر و حجر تک اس میں مبتلا ہیں۔ ذی روح مخلوق کا کیا، انسان تو حاصل تخلیق ہے۔ تو روح کی ضروریات کا ادراک کرنے کے لیے وہ شعور چاہیے جو روح کی ضروریات کا ادراک کر سکے۔ ہم بدن کی ضروریات کا ادراک کس طرح کرتے ہیں؟ بدن

مادی ہے۔ ہمارا ذہن مادی ہے اور وہ ہے ہی اس کی ضروریات کا ادراک کرنے کے لیے، احساس کرنے کے لیے اور ان کی تکمیل کے ذرائع تلاش کرنے کے لیے تاکہ وہ ضروریات بہم پہنچائی جائیں۔ تو بدن کی ہر ضرورت کا ادراک دماغ کر لیتا ہے اور ہمیں پتا چل جاتا ہے۔ روح کا بنیادی تعلق لطیفۂ ربانی سے، قلب سے ہے۔ اگر کسی کا دماغ خراب ہو تو کیا اسے اپنی ضروریات کا پتا چلتا ہے؟ اسے کچھ شعور نہیں ہوتا نہ کھانے پینے میں، نہ لباس میں، نہ بات کرنے میں تو کہتے ہیں پاگل ہے۔ روح کے معاملے میں اگر لطیفۂ قلب زندہ نہ ہو، اس میں حیات نہ ہو تو اسے روح کا ادراک نہیں ہوتا۔ دماغ صحیح ہو تو وجود کا ادراک رکھتا ہے۔ دل صحیح ہو، لطیفۂ قلب صاف ہو، دل صاف ہو تو وہ روح کا ادراک کرتا ہے۔ دماغ کی تربیت بھی عموماً ہماری اس خاندانی نظام میں ہوتی ہے۔ جس طرح کا کسی کا گھر کا ماحول ہوتا ہے، والدین ہوتے ہیں، بڑے بہن بھائی ہوتے ہیں اسی طرح کی سوچ اس نئے آنے والے دماغ میں اور اس کی سمجھ میں یا اس کا ادراک اسی طرح کا بننا شروع ہو جاتا ہے۔ تو دل بھی، گھر میں اگر دین ہو، والدین میں اللہ اللہ کرنے والے ہوں، اپنے سے بڑے اردگرد کے لوگ دیندار ہوں تو بچے کو فطری طور پر شعور نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ بات تو اب میرے خیال میں قصہ پارینہ ہی ہوگئی۔ ہر قوم، ہر ملک میں ہمیشہ تین ہی طبقے ہوتے ہیں ایک امراء کا، ایک درمیانہ متوسط لوگوں کا اور ایک غرباء کا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ دو طبقے، بہت اُمیر لوگ جو ہیں اور بہت زیادہ غریب جو ہیں وہ مزاجاً ایک جیسے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ انتہائی غریب طبقے کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ کوئی نماز روزہ کوئی شرافت، کسی کی شرم وحیا کوئی کسی سے تعلق کا پاس، کچھ بھی نہیں۔ انہیں پیٹ بھرنا ہے جہاں سے مل جائے، جیسا مل جائے۔ انتہائی امیر طبقے کا بھی یہی حال ہے۔ کوئی شرم نہیں، حیا نہیں، کسی سے دوستی نہیں، کسی سے تعلق نہیں، کسی کا رکھ رکھاؤ نہیں۔ محض پیٹ بھرنا ہے اور سونا ہے۔ کوئی دین نہیں، کوئی آخرت نہیں، نماز نہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ بندہ زیادہ امیر ہو جائے تو

بھی ایسا ہو جاتا ہے زیادہ غریب ہو جائے تو بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ یہ متوسط طبقے کے سوال ہیں اور یہ باتیں ہیں ہمارے جیسے لوگوں کی جو کبھی پیٹ بھر کے کھا لیتے ہیں کبھی کمی رہ گئی۔ کبھی کپڑا مل گیا کبھی اس سطح کا نہ ملا۔ یہ متوسط طبقہ کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ متوسط طبقے میں سے بھی دینی حمیت اٹھتی جا رہی ہے۔ ماں باپ نمازی ہوتے تھے۔ گھروں میں اہتمام ہوتا تھا۔ جائے نماز ہوتے تھے۔ لوگ وضو وغیرہ کا سامان لوٹے وغیرہ رکھتے تھے۔ اب یہ چیزیں گھروں میں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ والدین بھی نماز روزے چھوڑتے جا رہے ہیں۔ اگلے دن ایک لڑکا یہاں آیا، ایک بڑے اچھے خاندان کا بھی، امیر بھی میرے خیال میں بی اے (B.A) کر چکا تھا، نوجوان تھا تو کہنے لگا جی باتیں سن کر سمجھ آئی کہ نماز پڑھنی چاہیے۔ لیکن نماز تو مجھے آتی ہی نہیں۔ پڑھوں کیسے؟ کیوں نہیں آتی؟ جس بندے نے بی اے تک کر لیا۔ شادی بھی ہوگئی۔ گھر میں ماحول ہی نہیں تھا، نہ کوئی پڑھتا تھا، نہ کسی نے پڑھایا، نہ کسی نے بتایا۔ چلو مائیں، دادیاں اگرچہ اَن پڑھ ہوتی تھیں تو غلط سہی، پر نماز یاد تو کرا دیتی تھیں۔ زیر زبر کی غلطی ہو جائے، ہوتی رہے لیکن اب نہ وہ مائیں رہیں نہ دادیاں۔ مائیں اور دادیاں بھی میک اپ کرنے میں لگی ہیں۔ اور والدین بھی، بزرگ بھی، نماز نہیں پڑھتے، بچے کہاں سے سیکھیں گے؟ اللہ کریم کا نظام لیکن ایسا ہے کہ جب انسان بالغ ہوتا ہے تو اس کا مزاج اور ضمیر خود بھلائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے ایک مزدور کا بیٹا، مزدوری چھوڑ کر کوئی اور اچھا پیشہ اختیار کر لے، استاد بن جائے، سیاستدان بن جائے، حکمران بن جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک طبقے کا بیٹا جب جوان ہو تو غور کرے اور وہ دیکھے کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے؟ کیا کہہ رہے ہیں؟ جس طرح دنیا میں تبدیلی آ جاتی ہے مزدور کا بیٹا حکمران بن جاتا ہے اسی طرح بے دین گھروں میں پیدا ہونے والے بھی، جب انہیں اللہ شعور دیتا ہے تو دین اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر اس طرح اللہ توفیق دے، توجہ ہو جائے تو کردار سے پتا چلتا ہے کہ روح بیمار ہے یا صحت مند ہے یا اسے کیا چاہئے؟ اگر روح کی گرفت ہوگی آپ

کے قلب پر، تو آپ کا کردار بہترین ہوگا، آپ سب سے پہلے اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لائیں گے۔ اللہ کے انبیاءؑ ورسلؑ پر، حضور نبی کریم ﷺ کی کتاب پر، آخرت پر یقین ہوگا۔ یہ یقین اتنا مستحکم ہوگا کہ آپ کے کردار کو اس کے مطابق ڈھال دے اور اگر اس طرف توجہ ہی نہیں ہوگی تو روح صرف بیمار نہیں ہوتی روح مر بھی جاتی ہے۔ جیسے قرآنِ کریم نے فرمایا کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ قبرستان والے مردے مراد ہیں اور نہ کبھی قبرستان میں جا کر نبی کریم ﷺ وعظ فرماتے تھے کہ قبرستان میں جا کر تقریر کر رہے ہوں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے یہاں وہ انسان مراد ہیں جن کی روحیں مر چکی ہیں جیسے ایک عربی شاعر نے کہا تھا۔ خوبصورت مصرعہ ہے اس کا کہ اجسامھم قبل القبورِ قبورھم

ان کے جسم جو ہیں وہ قبر میں جانے سے پہلے روحوں کی قبریں بن چکے ہیں۔ یہ چلتی پھرتی قبریں ہیں اور قرآنِ کریم نے یہی بات بتائی ہے۔ بعض لوگوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو اطلاع فرمائی گئی کہ جن پر آپ ﷺ محنت کر رہے ہیں ان کی روحیں مر چکی ہیں، انہیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ روح صرف بیمار ہی نہیں ہوتی روح مر بھی جاتی ہے۔ جس کی روح مر جاتی ہے اسے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ ہمیشہ کے لیے کفر کی وادی میں چلا جاتا ہے۔ روح کی ضروریات کا علم اپنے کردار سے ہوتا ہے۔ جب کردار صحیح نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ محض نفس غالب ہے، روح کمزور ہے۔ کردار واجبی سا ہے، کبھی نیکی بھی کر لی غلطی بھی ہوگئی تو قلب ہے نفس بھی ہے روح بھی ہے۔ کردار نیکی کی طرف ڈھل گیا تو سمجھ آجاتی ہے کہ روح صحت مند ہے اور وہ اپنا کام کر رہی ہے۔

سوال:

اعمال کو مقبولیت کا درجہ پانے کے لیے خلوص کی ضرورت ہے۔ حتیٰ کہ کوئی جنس خلوص سے ذکر کرے گا، اتنا ہی فیض پائے گا۔ خلوص کا اصل مفہوم کیا ہے؟ کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اور اس کے جانچنے کا کوئی پیمانہ ہے؟

جواب:

جس چیز کا وجود ہے اس کے جانچنے کے پیمانے بھی ہیں، اس تک رسائی کے اور اسے حاصل کرنے کے طریقے بھی ہیں۔ جب ایک چیز کا وجود تسلیم کرتے ہیں تو اس کو پانے کا سلیقہ بھی کوئی ہوگا اور جانچنے کا معیار بھی کوئی ہوگا تو میرا خیال ہے کہ اسے آخر سے پیچھے لے جاتے ہیں۔ آخر میں سوال یہ ہے کہ اصل خلوص کا مفہوم کیا ہے؟ بات تو وہی ہے مشکل سے زیادہ نازک ہے لیکن سمجھی جا سکتی ہے۔ ہمارے دنیا میں تعلقات ہوتے ہیں سب سے قریبی تعلق والدین سے ہے اور اس کے بعد بہن بھائیوں سے ہوتا ہے۔ زندگی میں تعلقات بنتے بگڑتے رہتے ہیں۔ اگر ایک شخص اپنے والدین کی بڑی خدمت کرتا ہے لیکن اس کے دل میں ہے کہ ان کے پاس جائیداد ہے یا دولت ہے، یہ مجھ سے خوش ہوں اور مرتے وقت مجھے دے جائیں یا دوسروں کی نسبت زیادہ دے جائیں۔ خدمت تو وہ کر رہا ہے لیکن خلوص تو نہ رہا، اپنی ایک ذاتی غرض آگئی۔ دوسرا خدمت کرتا ہے، والدین اس سے خوش رہیں یا ناراض بھی ہوتے رہیں، وہ خدمت کرتا رہتا ہے، محسوس نہیں کرتا۔ یہ توقع نہیں کرتا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ مجھے دے جائیں۔ اسے صرف ایک بات یاد ہوتی ہے کہ اللہ نے ان کی خدمت کا حکم دیا ہے۔ میرے والدین ہیں ان کا حق ہے مجھ پر، میں ان کی خدمت کروں گا۔ میرا اللہ بھی مجھ سے راضی ہوگا، یہ صورت خلوص کی ہے۔ تو جب ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں محنت کرتے ہیں، تو پھر وہ لوگ جن کے اکثر خطوط بھی آتے ہیں اور زبانی بات بھی کرتے ہیں کہ جی میں نمازیں بھی پڑھتا ہوں، ذکر بھی کرتا ہوں لیکن وہ کام بھی میری مرضی کے مطابق نہیں ہوا، وہ بھی جیسے میں چاہتا تھا نہیں ہوا۔ پھر دعا بھی قبول نہیں ہوئی تو ایسی عبادتیں بے خلوص عبادتیں ہیں، اپنی غرض ہے۔

یہ بھی عجیب فلاسفی ہے کہ کوئی بندہ اللہ کو معبود مان کر اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ عبادت کرتے کرتے وہ خود اللہ کے ساتھ شریک ہو جائے۔ یہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ میں بڑی نمازیں

پڑھتا ہوں، بڑا ذکر کرتا ہوں۔ اب دنیا میں وہ ہو جو میں کہوں۔ تو اس کا تو مطلب یہ کہ تم اللہ کے شریک بن گئے۔ یہ تو اللہ کا منصب ہے کہ وہ جو چاہے وہ ہوگا۔ شروع تو تم عبادت سے ہوئے تھے پھر خود معبود بننا چاہتے ہو؟ ہوگا وہی جو وہ چاہتا ہے۔ عبادت کا حاصل یہ ہے کہ تمہیں اس کی رضا پہ راضی رہنا نصیب ہو۔ تو یہ کیفیت بتاتی ہے کہ خلوص نہیں ہے ایک اپنی غرض ہے، یہ ہو جائے تو میں کر رہا ہوں۔ خلوص وہ ہے کہ جو کام آپ کریں، وہ جس کے لیے کر رہے ہیں اس کی پسند کے مطابق ہو، صرف اسے راضی کرنا مقصود ہو آگے اس کی مرضی۔ تو پتا تو چل جاتا ہے۔ ہر بندے کو اپنے کردار کا پتا ہوتا ہے۔ میں نے اکثر لوگوں کو جو نماز روزہ کرتے ہیں۔ وظیفے پڑھتے ہیں، تلاوتیں کرتے ہیں تسبیحات پڑھتے ہیں کہ اب ویسا ہو جیسا میں چاہتا ہوں اور یہ بڑی مصیبت ہے، یہ بڑی مشکل بات ہے۔ ہوگا وہی جو اللہ چاہتا ہے۔ ہاں ہمیں اس نے اجازت دی ہے جو ہم چاہتے ہیں وہ ہم پیش کر سکتے ہیں۔ درخواست کر سکتے ہیں دعا کر سکتے ہیں۔ ہوگا پھر بھی وہی جو وہ چاہتا ہے۔ لیکن وہ مانگنے کا بھی ہمیں اجر دے گا اور ہم اس سے مانگتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے۔ مانگنے کا بھی انعام دیتا ہے۔ کوئی مانگنے والا اس کی پسند و ناپسند کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ اس کے احکام کو نہیں بدل سکتا۔ خلوص ہو تو ایک توفیق ہو جاتی ہے کہ اللہ کی رضا پر بندہ راضی رہنا شروع کر دیتا ہے۔ دکھ سکھ، صحت بیماری، فراخی تنگی ایک نظام ہے قدرت کا، جو اس کے حکم کے مطابق چلتا ہے وہ چلتا رہتا ہے۔ کائنات اور مخلوق بنانے سے پہلے اس نے سارا نظام فائنل کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قلم خشک، سیاہی خشک ہوگئی فیصلے لکھے جا چکے ہیں۔ اسے پتا تھا کہاں کیا ہونا ہے اور کیا کرنا ہے۔ آج اُس کے فیصلوں کو بدلنے کی ہماری حیثیت کیا ہے؟

جہاں خلوص ہوگا، وہاں اس کی رضا مطلوب ہوگی ہر کام میں، اور جتنا خلوص کم ہوگا اتنی اپنی رضا آتی جائے گی کہ میں یہ چاہتا ہوں ایسا ہو جائے۔ میں وہ چاہتا ہوں، وہ ہو جائے۔ تو جانچنے کا پیمانہ بھی ہو گیا۔ اور خلوص کیا ہے؟ یہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اپنی کوئی غرض نہ ہو۔ جس کی بات مان رہا ہے اس کو راضی کرنا مقصود ہو۔ مقصد اللہ کی رضا ہو تو خلوص ہے۔ اپنا کوئی مقصد درمیان میں آ جائے تو وہ خلوص نہیں ہے۔ یہ جو تصور ہے کہ عبادات پر اتنی حوریں ملیں گی، یہ بھی بڑا عام کر دیا ہے علماء نے، پانچ سو حوریں تو ویسے ہی بندے کو دے دیتے ہیں۔ دنیا میں ایک بیوی نے مصیبت ڈالی ہوئی ہے یہ پانچ سو حوریں پلے باندھ دیتے ہیں۔ لوگوں سے ایک بیوی نہیں پلتی۔ تو یہ سارا نظام جنت، آخرت، انعامات یہ ہماری عبادات کا اجر نہیں ہے۔ یہ یاد رکھیں یہ انعام ہے اللہ کا جو عبادات ہم کرتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ (سورۃ البقرہ: 21) وہ تمہارا رب ہے پیدا بھی اس نے کیا ہے ہر لحظہ ہر ضرورت بھی وہی پوری کر رہا ہے۔ تو جو پہلے وصول کر چکے ہو اس کے شکرانے کے طور پر تم نے اطاعت کرنی ہے اور نیکی کرنی ہے اور نمازیں پڑھنی ہیں۔ ان کا معاوضہ پہلے لے چکے ہو۔ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (سورۃ البقرہ: 21) وہ جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہارے باپ دادا کو پیدا کیا۔ تمہارے وجود میں کیا کیا حکمتیں اور خصوصیات رکھیں۔ تمہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں۔ تو یہ جو تم لے چکے ہو یہ اس کا شکریہ ہے۔ مزید جو آخرت میں ملے گا اس کی طرف سے مزید انعام ہوگا، مزید عطا ہوگی۔ یہ ہم نے جو جوڑ دیا ہے کہ اس نماز سے یہ ہوگا اس سے وہ ہوگا۔ یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ جو جتنی عبادت کرتا ہے، وہ کم ہے اور جو کچھ پہلے اللہ کریم سے وصول کر چکا ہے وہ زیادہ ہے۔

ایک واقعہ شاید میں نے بیان بھی کیا تھا کہ جبرائیل امین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا اور وہ جب بالغ ہوا تو سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا، وہاں چلا گیا اور چار سو سال تک زندہ رہا۔ اللہ کریم نے اس کے لیے وہاں چشمہ پیدا کر دیا۔ پھلدار درخت لگا دیے۔ بس وہ پھل کھاتا، پانی پیتا اور وہیں عبادت کرتا رہتا۔ چار سو سال عبادت اور سوائے ذکر الٰہی کے اس نے کچھ نہیں کیا۔ کسی سے ملا نہ اس کے پاس کوئی آیا نہ گیا، نہ بیٹھا۔ صرف اللہ اللہ ہی کرتے چار سو

سال گذار گیا۔ حتیٰ کہ جب اس کی موت آئی تو اللہ کریم نے ملک الموت سے فرمایا کہ پوچھو کہ کس حال میں مرنا چاہتے ہو۔ تو اس نے کہا کہ مجھے دوگانہ نیت کر لینے دو جب میں سجدے میں ہوں گا، تو تم روح قبض کر لینا۔ تاکہ قیامت کو میں تسبیح کرتا ہوا سجدے سے ہی اٹھوں۔ تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اب بھی جب زمین پہ آتا ہوں یا آسمان پہ جاتا ہوں تو اس کا وجود دیکھتا ہوں سجدے میں پڑا ہے۔

صدیاں بیت گئیں۔ زمانے کے گرم و سرد نے یا ہواؤں، بارشوں نے اسے کچھ نہیں کہا، ابھی تک وہ ایسے ہی پڑا ہے۔ لیکن جو عجیب بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب قیامت کو وہ شخص حساب کتاب کے لیے پیش ہوگا تو فرمایا جائے گا۔ اذھبوا بعبدی الی جنتی برحمتی (شعب الایمان، المنذری) ''میری رحمت سے، میری عطا سے میرے بندے کو جنت میں بھیج دو'' تو اس وقت وہ عرض کرے گا کہ اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ کہ میں نے بھی چار سو سال تیری یاد میں بسر کیے۔ کوئی معاوضہ تو میرے اعمال کا بھی ہوگا، کہ نری رحمت سے رعایت سے جنت جا رہا ہوں۔ تو ارشاد ہوگا کہ اس کی عبادت اور میری نعمتوں کا حساب کرلو۔ تو صرف آنکھ کی نعمت جو چار سو سال اس نے استعمال کی ایک پلڑے میں ہوگی دوسرے پلڑے میں عبادت، تو عبادت کم پڑ جائے گی۔ ارشاد ہوگا تم تو ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر پائے پوری طرح تو باقی بے شمار نعمتیں جو تمہارے وجود میں ہیں، ان کا کیا ہوگا؟ اتنا عرصہ دوزخ میں رہو بھگتو، تو اس وقت عرض کرے گا کہ یا اللہ! مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں بھی بندہ ہوں، بھول گیا۔ فرمایا ٹھیک ہے معافی مانگتے ہو، رحمت چاہتے ہو تو اسے جنت دے دو۔ حساب کتاب چاہتا ہے تو اسے پورا کرو۔

اور خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بندہ اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ آپ بھی؟ فرمایا، میں بھی۔ عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ تو شفیع المذنبین ہیں۔ آپ کی سفارش سے تو گنہگاروں کی بخشش ہوگی، تو آپ نے فرمایا، تو کیا یہ رحمتِ الٰہی نہیں ہے؟ یہ بھی تو اللہ کی رحمت ہے نا۔ یہ عظمت جو اس نے مجھے نصیب فرمائی یہ اسی کی رحمت ہے، تو ہم کون اور ہماری نمازیں کیا کہ ان پر انعام مقرر ہوں گے اور اس پر حوریں تقسیم ہوں گی اور اس پہ یہ ہوگا اور وہ ہوگا اور مال بنے گا! یہ سب اس کی عطا ہے۔ ہمارا کردار ہے جو ہم یہاں محنت کر رہے ہیں۔ یہ بڑی بات ہے کہ جو کچھ ہم لے چکے اس کا شکر ادا کریں اور اس نے کیا کیا نعمتیں دی ہیں، ہمیں ادراک ہی نہیں ہے۔ ایک انسانی وجود میں کتنی باریکیاں، کتنی ترتیب، کس طرح سے اس کی پرورش ہوتی ہے، اس کا ہمیں ادراک ہی نہیں ہے۔ کہتے ہیں دنیا بڑی ترقی کر گئی، سائنس بڑی ترقی کر گئی ہے، انسانی دماغ بڑا۔۔۔ تو میں ایک سائنسدان کا مضمون پڑھ رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ انسانی دماغ کو اگر ہم بڑی بڑھ ماریں اور بہت زیادہ اضافہ کرکے بات کریں کہ ہم نے یہ کر دیا ہے تو ہو سکتا ہے ہم نے دس فیصد انسانی دماغ استعمال کر لیا ہو، ابھی نوے فی صد باقی ہے۔ اب اللہ جانے کے قیامت تک کتنی قومیں آئیں گی اور دماغ کی مکمل صلاحیتیں کون استعمال کرے گا اور دنیا پہ کیا کیا تماشے ہوں گے کہ دس فیصد سے اگر یہ حال ہے تو پچاس، ساٹھ، ستر، یا سو فیصد استعمال ہوگا تو دنیا پر کیا کیا عجائبات ظہور پذیر ہوں گے یہ صرف اللہ جانتا ہے۔ جو نعمتیں ہم لے چکے عبادات اس کا شکر ہے اور آخرت اس کا انعام ہے۔ جتنا چاہے، جسے چاہے عطا کر دے۔

اب ایک حصہ اس سوال کا رہ گیا کہ خلوص حاصل کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ بڑی عجیب بات ہے۔ علمائے اسلام نے اور اللہ کے نیک بندوں نے اس موضوع پہ بات کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہر عبادت کا مدار خلوص پر ہے۔ آپ کلمہ پڑھتے ہیں، خلوص نہیں ہے تو مقبول نہیں ہے۔ آپ نماز پڑھتے ہیں، خلوص نہیں ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ روزہ رکھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، خلوص چاہیے۔ تو فرماتے ہیں کہ ایک ذریعہ ایسا ہے کہ آپ اللہ کا ذکر شروع کر دیں۔ آپ خلوص کے بغیر بھی کریں تو اللہ کے نام میں وہ برکت ہے کہ آپ کرتے رہیں گے وہ خلوص پیدا کر دے گا۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں مثال بھی دی ہے

کہ اس کی مثال ہے کہ جیسے آپ میلے کپڑے کو صابن لگاتے ہیں، بے توجہی سے لگائیں تو میل ضرور کاٹے گا، توجہ سے لگائیں گے، صابن تھوڑا گھسے گا، میل زیادہ کٹے گی کپڑے جلدی صاف ہو جائیں گے۔ بغیر خلوص کے لگائیں گے، ٹوٹل پورا کریں گے تو بھی میل ضرور کاٹے گا کیونکہ صابن ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ اللہ کا نام دل کے لیے وہی خصوصیت رکھتا ہے۔ جب آپ قلب سے ذکر کرتے ہیں۔ قلب ذاکر ہوتا ہے تو خلوص پیدا کر دیتا ہے اگر آپ محض رواجاً ساتھ بیٹھ جائیں تو حدیث شریف بھی ملتی ہے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کریم نے کچھ ایسے فرشتے پیدا فرمائے ہیں جو ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہی ان کی غذا ہے، ان کا مقصدِ حیات ہے جہاں کہیں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو، کوئی ایک فرشتہ اسے پالے تو پھر دوسروں کو بلاتا ہے کہ آجاؤ، یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا پھر وہ گھیرا بنا لیتے ہیں جو جو آتا جاتا ہے کھڑا ہوتا جاتا ہے، پیچھے جو آتا ہے اگلے کے سر سے، اوپر سے، دیکھ رہا ہے اس کے پیچھے سے۔ تو حضور ﷺ فرماتے ہیں زیادہ لمبا ذکر ہو جائے تو بعض اوقات آسمان تک یہ چلے جاتے ہیں، ایک دوسرے سے اوپر تک دیکھنے کے لیے، تو جب ذکر ختم ہوتا ہے تو واپس آسمانوں پہ جاتے ہیں تو اللہ کریم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا دیکھا تم نے؟ کہاں گئے؟ یا اللہ تیرا ذکر ہو رہا تھا اور تیرے بندے تیرا نام لے رہے تھے اور ہم وہاں تیری رحمت کے نزول میں کھڑے رہے اور رحمت کی بارش برستی رہی، تو ارشاد ہوتا ہے کہ تم گواہ رہو! میں نے ان سب کو بخش دیا۔ تو وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ! زیادہ تو وہی لوگ تھے جو ذکر کر رہے تھے۔ کچھ لوگ وہ بھی تھے ان میں کوئی ایسا بھی تھا جو کسی سے کام سے گیا تھا، وہ کسی سے بات کرنے کے لیے آیا تھا اور وہ بھی ذکر میں مشغول ہو گیا، وہ بھی پاس بیٹھ گیا۔ بیٹھا تو وہ انتظار میں ہے کہ فارغ ہوں تو بات کروں تو فرمایا کہ اسے بھی بخش دیا اور وہاں الفاظ ملتے ہیں "هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ" (البخاری) یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا جب پاس بیٹھ گیا تو اسے بھی بخش دیا۔ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ او کما قال رسول اللہ ﷺ (البخاری) یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ تو اللہ کا ذکر ایک ایسی چیز ہے جو واقعی خلوص کو لاتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

❁❁❁

ایمان کی بنیاد، بقیہ صفحہ نمبر 10 سے آگے

صحت کا ہونا یا بیماری کا آجانا یہ سارا ایک نظام ہے جو انسان کی دسترس سے باہر ہے۔ وہ خود بہتر جانتا ہے کہ اس بندے کو اس نے کس حال میں رکھنا ہے۔ لیکن بندے کو، ہمیں، یہ دیکھنا ہے اور یہ زندگی میں ہی ہو سکتا ہے کہ یہ احساس زندہ ہو جائے، تو بھی بڑی بات ہے کہ مجھے اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی اور مجھے نبی ﷺ کا اتباع خلوصِ دل سے کرنا ہے۔ یہ کیفیت چاہیے۔

مراقبات، منازل یہ مختلف کیفیات ہیں۔ قرآن کریم کی مختلف آیات سے مترشح ہوتی ہیں اور صوفیاء حضرات نے مختلف کیفیات کے مختلف اسماء، مختلف نام رکھ دیئے ہیں، تعلیم و تعلم کے لیے۔ سب کا ماحصل اور سب کا مقصد یہی ہے کہ اللہ کی عظمت پہ یقین آجائے، دل مان جائے اور ایسا مانے کہ اس کی اطاعت پیار سے کرے، مجبوراً نہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ رشتہ ہو جائے کہ نافرمانی کا سوچا بھی نہ جائے۔ اس معاملے میں اگر دیکھا جائے تو بہت تھوڑے لوگ کامیاب ہوں گے ہمارا کردار بتا رہا ہے کہ ہمارا اللہ کریم سے کتنا تعلق ہے، نبی کریم ﷺ سے کتنا تعلق ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

❁❁❁

حصول رحمت کا واحد دروازہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اللہ سے برکت لینے کا واحد دروازہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات والا صفات ﷺ ہے۔ تمام پہلی امتوں کو جتنا فیضان' جتنی برکات' جتنا نور اور جتنی رحمت الٰہی نصیب ہوئی' اس کا واسطہ حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ حضور ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اور عالمین میں اگلے پچھلے سب شامل ہیں' عالمین میں ایک اللہ کی ذات کو چھوڑ کر باقی ساری مخلوق شامل ہے' تو جہاں جہاں جس مخلوق کو رحمت کا جو ذرہ نصیب ہوتا ہے' وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات سے نصیب ہوتا ہے۔ زندگی بھی اللہ کی رحمت ہے' صحت بھی اللہ کی رحمت ہے' رزق بھی اللہ کی رحمت ہے' ایمان اللہ کی رحمت کا خزانہ ہے' توفیق عمل بھی اللہ کی رحمت ہے اور اگر پہلوں کو یہ ساری برکات نصیب ہوئیں تو انہیں بھی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات سے نصیب ہوئیں۔ انہیں براہ راست نصیب نہیں ہوئیں بلکہ اپنے انبیاء کے حوالے سے ملیں۔ ان کے نبیوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات سے اکتساب فیض کیا اور ان امتوں نے اپنے انبیاء کا اتباع کر کے ان برکات کو وصول کیا لیکن یہ آخری امت ایسی خوش نصیب ہے کہ اسے براہ راست آقائے نامدار ﷺ سے برکات نصیب ہو رہی ہیں۔

اس امت کی شان میں فرمایا: تمام امتوں میں سے تم بہترین امت ہو۔ سب امتوں نے برکات آقائے نامدار ﷺ سے وصول کیں لیکن بالواسطہ اور یہ امت براہ راست حضور نبی کریم ﷺ سے مستفید ہو رہی ہے۔ اس امت میں جسے بھی نور ایمان نصیب ہوتا ہے' براہ راست اس کے قلب کا تعلق قلب اطہر رسول ﷺ سے قائم ہو جاتا ہے۔ پھر جتنا اتباع کرتا ہے' جتنا ذکر اذکار کرتا ہے' جتنا اطاعت الٰہی کرتا ہے' جتنا رزق حلال کماتا ہے۔ جتنا جائز امور پہ خرچ کرتا ہے اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

یاد رکھیں دین صرف عبادت کا نام نہیں ہے۔ نماز روزے حج زکوٰۃ پہ دین ختم نہیں ہو جاتا۔ یہ دین کا اہم اور ضروری حصہ ہیں جن کے سوا دین کا تحفظ ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص عبادات کو یا فرائض کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو اس کا دین خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی بھی وقت ایمان سلب ہو جائے اور وہ گمراہ ہو کر کسی دور گھاٹی میں جا گرے' کسی اور فرقے میں چلا جائے اور اس کے دونوں عالم تباہ ہو جائیں۔ لہٰذا فرائض پر عمل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ یہ عبادات تعلق قائم رکھنے کا ذریعہ ہیں لیکن اصل دین عملی زندگی میں ہے۔ آپ جب میدان عمل میں جاتے ہیں' کاروبار کرتے ہیں' لین دین کرتے ہیں' دوستی دشمنی کرتے ہیں' شادی بیاہ کرتے ہیں' گھر بناتے ہیں' بچے پالتے ہیں' صلح و جنگ کرتے ہیں' ایک ریاست بناتے ہیں' اس میں عدالتیں بناتے ہیں' فوج بناتے ہیں' مخلوق کی حق رسی کے مختلف شعبے بناتے ہیں تو کیا وہ سارا اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے؟

آپ کی جو ذاتی زندگی ہے وہ ذاتی نہیں رہی۔

اللہ نے ہر مومن سے اس کی زندگی خرید لی۔ عطا مفت میں کی ہے' بغیر مطالبے کے عطا کی ہے۔ جب ہم تھے ہی نہیں تو ہم مانگتے کیسے! ہمارا وجود ہی نہیں تھا اس نے ہمیں وجود بخشا' اس نے ہمیں حیات بخشی' اس نے ہمیں طاقت بخشی' اس نے ہمیں علم دیا' شعور دیا' رزق دیا' دولت دی' اولاد دی' گھر دیا جو کچھ بھی دیا اس نے اپنی طرف سے مفت دیا لیکن مفت میں لیا نہیں' خرید لیا ایمان لانے والوں سے اللہ نے ان کی زندگی خرید لی۔ ان کی جانیں بھی خرید لیں' ان کے اموال بھی خرید لیے' ان کے اوقات بھی خرید لیے' اب مومن کے پاس اپنا کچھ نہیں۔ کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے جو سانس لینی ہے وہ اس کی اپنی نہیں ہے۔ اس کی سوچ اپنی نہیں ہے۔ اس نے جو کام کرنا ہے اس میں اس کی اپنی پسند نہیں ہے۔ اس کی ہر سانس اللہ کے نام سے ذاکر ہونی چاہیے' اس کا ہر قدم اطاعت پیغمبر ﷺ میں اٹھنا چاہیے' اس کا جینا مرنا اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت پہ ہونا چاہیے' یہ اسلام ہے۔ میدان عمل میں، بازار میں، کاروبار میں، لین دین میں زندگی کے امور میں پتہ چلے کہ یہ بندہ مسلمان ہے اور یہ وہ کام کرتا ہے جس کا اللہ حکم دیتا ہے' اللہ کا نبی ﷺ جس کا حکم دیتا ہے جس سے اللہ کریم روک دیتے ہیں یا اللہ کا نبی ﷺ منع کر دیتا ہے' وہ کام یہ بندہ نہیں کرتا کہ یہ مسلمان ہے۔

عبادات کا بھی نقد اجر ملتا ہے۔ اس بات کو بھول جائیے کہ اللہ کی عبادت تو ادھاری مزدوری ہے اور اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔ اللہ کریم ادھار نہیں فرماتے۔ اللہ کریم ہمیشہ نقد ہی نہیں دیتے بلکہ بندہ کام تھوڑا کرتا ہے اور اللہ کریم اس پر اجرت بہت زیادہ دیتے ہیں۔ بندہ کام اپنی حیثیت کے مطابق کرتا ہے اور اللہ کریم جب عطا کرتا ہے تو اپنی شان کے مطابق عطا کرتا ہے۔

ہر جملے، ہر تسبیح، ہر قیام ہر رکوع، ہر سجدے کا اجر فوراً اور نقد دیتا ہے اور وہ اجر کیا ہوتا ہے؟ قرآن کریم فرماتا ہے:

جو اللہ کی عبادت کرتا ہے' عبادت اسے توفیق عمل عطا کر دیتی ہے اور میدان عمل میں جا کر وہ بے حیائی اور برائی سے رک جاتا ہے' نیکی کرتا ہے' بھلائی کے کام کرتا ہے' برائی سے رک جاتا ہے تو عبادات کا یہ اجر ہے جو فوری ملتا ہے۔ جو آخرت میں ملے گا وہ اللہ کی رضا ہوگی' اللہ کی رحمت ہوگی' وہ اس کی بخشش ہوگی۔ وہ الگ اجر ہے جو مفت میں ملے گا' اس طرف سے عطا ہوگا لیکن دنیا میں جو نقد ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر سجدہ، ہر رکوع، ہر عبادت حج کے طواف اور حج کے ارکان' روزہ یا تلاوت نماز ہر چیز کا اجر نقد ملتا ہے اور وہ توفیق عمل ہے یعنی جتنا کوئی عبادت کرتا ہے' اللہ اسے اتنی ہی اپنے نبی کی اتباع کی توفیق دیتا جاتا ہے۔

اسلام کیا ہے؟ اتباع سنت رسول ﷺ میں ڈھل جانا اسلام ہے۔ بندے کا اپنا کچھ نہ رہے' اس کی سوچ اپنی نہ رہے' اس کی فکر اپنی نہ رہے' اس کا کاروبار اپنا نہ رہے' اسکی صلح' اس کی دوستی اپنی نہ رہے، اس کی دشمنی اپنی نہ رہے، سب کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہو جائے۔ سب کچھ اللہ کو بیچ دیا تو اب اللہ نے حکم دے دیا کہ میرے ساتھ وفا کرنی ہے' اگر میری محبت چاہتے ہو اگر میرے ساتھ تمہارا دل لگ گیا ہے اگر تمہارا دل میری ذات میں اٹک گیا ہے تو تو محمد رسول اللہ کا اتباع کر لو' اپنے آپ کو میرے رنگ میں رنگ لو۔ تم اللہ کے محبوب مقبول بن جاؤ گے' اللہ تم سے پیار کرنے لگے گا۔ جتنا تم حضور ﷺ کی اتباع میں ڈوب جاؤ گے' اتنا ہی اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا' یہ اصول پہلی امتوں میں بھی رہا اور سب نے محمد رسول اللہ ﷺ کے دامان رحمت سے خوشہ چینی کی۔

اللہ نے روزِ ازل انبیاء علیہم السلام سے حضور ﷺ کی

اطاعت' حضور ﷺ پر ایمان لانے اور حضور ﷺ کی مدد کرنے کا عہد لے لیا اور دنیا میں انہوں نے اس کا اعلان فرمایا۔ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کے اوصاف بیان ہوئے۔ انہوں نے اپنی امتوں کو تلقین کی کہ کوئی بھی تم میں سے اگر حضور ﷺ کا زمانہ پائے تو ایمان لائے اور اتباع کرے۔ ان کا ایمان حضور ﷺ کے ساتھ اتنا پختہ تھا کہ اللہ کریم نے برزخ میں تمام انبیاء کو بیت المقدس میں جمع فرما کر حضور ﷺ کے پیچھے دو رکعت پڑھنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اللہ کا تمام انبیاء کیلئے یہ اتنا بڑا انعام تھا کہ انہیں حضور ﷺ کی اطاعت سے بہرہ ور فرمایا۔

کتنی خوش نصیب ہے یہ امت کہ جس پہ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہر نماز اتباع رسالت پناہی ﷺ میں ہے۔ اس کا ایک ایک رکن محمد ﷺ رسول اللہ کی اداؤں پہ مشتمل ہے حضور ﷺ نے جس طرح وضو کیا اس طرح وضو کرتا ہے' حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک جس طرح دھوئے' اس طرح ہاتھ دھوتا ہے' حضور ﷺ نے جس طرح کلی فرمائی جس طرح سے چہرہ اقدس دھویا جس طرح سے پائے مبارک دھوئے' سارا کام حضور ﷺ کے اتباع میں اور حضور ﷺ کی نقل کر کے کرتا ہے۔ حضور ﷺ کس طرح قیام فرماتے تھے، حضور ﷺ کونسی آیات تلاوت فرماتے تھے' رکوع کس طرح فرماتے تھے، رکوع میں کیا تسبیح پڑھتے تھے' سجود کس طرح کرتے تھے' اس میں کیا تسبیح پڑھتے تھے یہ ساری عبادت حضور ﷺ کی ایک ایک ادا کی نقل ہے اور یہ رحمت باری کو متوجہ کرنے کا سبب ہے۔ اس کا اجر یہ ہے کہ جب یہ قبول ہوتی ہے تو توفیق عمل ارزاں ہو جاتی ہے اور عملی زندگی سدھر جاتی ہے۔

ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم نماز بھی پڑھ لیتے ہیں' بعض احباب داڑھی بھی سنت کے مطابق رکھ لیتے ہیں' لباس بھی بنا لیتے ہیں لیکن جب میدان عمل میں جاتے ہیں تو صورت مختلف ہوتی ہے۔ وہاں ہم حضور ﷺ کا اتباع کیوں نہیں کرتے' وہاں ہمیں توفیق عمل کیوں نہیں ملتی؟ حج کر کے آتے ہیں لیکن کوئی تبدیلی عمل میں نہیں آتی۔ روزے رکھتے ہیں لیکن رمضان شریف گزرتا ہے تو ہم پھر ویسے کے ویسے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے کردار کیوں نہیں بدلتے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ہمارے خلوص میں کوئی کمی ہے کہ ہم نے خلوص نیت کے ساتھ آپ ﷺ کا اتباع نہیں کیا یا حضور ﷺ کے نام پر ایسے کام کرتے ہیں جو حضور ﷺ نے نہیں فرمائے یا اتباع کا طریقہ وہ نہیں ہے جو حضور ﷺ نے بتایا یا حضور ﷺ کے اتباع کی بجائے غیر اقوام کے طرز حیات کی نقالی کو پسند کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کہ جو شخص اپنے اعمال و کردار میں' اپنے بیٹھنے اٹھنے، بول چال، حلیے لباس میں کسی قوم کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے' اس طرح کا ہو جاتا ہے کہ یہ تمیز کرنا مشکل ہو جائے کہ یہ اس قوم کا فرد ہے یا کوئی الگ فرد ہے تو قیامت کو اسے اسی قوم میں اٹھایا جائے گا۔

امت میں فروعی اختلافات اللہ کی رحمت ہیں:

اسلام ایک سیدھا سادین ہے۔ اللہ واحد لاشریک ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے برحق اور آخری نبی ہیں۔ قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے۔ آخرت برحق ہے۔ برزخ برحق ہے۔ عذاب و ثواب برحق ہے۔ اصول سارے ایک ہیں تو اس میں فرقہ بندی کیوں ہے! جو اصول سے اختلاف کرے گا وہ مسلمان نہیں رہے گا۔ اس سے آگے فروعات آتی ہیں۔ فروعات میں اختلاف کسی فرقے کا سبب نہیں بنتا۔ حضور ﷺ کا ایک حکم ہے جس کے دو یا تین معنی نکلتے ہیں تو ایک بندہ ایک معنی پہ عمل کرتا ہے'۔ دوسرا دوسرے پہ کرتا ہے' تیسرا تیسرے پہ کرتا ہے۔ یہ تین فرقے تو نہ ہوئے' تینوں نے محمد رسول اللہ کا اتباع کیا' پھر اس میں جھگڑنے کی کیا بات ہے۔ اب

نماز میں کچھ لوگ رفع یدین کرتے ہیں' ہر تکبیر پہ ہاتھ اٹھاتے ہیں' کچھ ہر تکبیر پہ نہیں اٹھاتے۔ جو اٹھاتے ہیں وہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تکبیر پر ہاتھ اٹھاؤ' لہٰذا ہر تکبیر پر اٹھانے چاہئے۔ وہ حضور ﷺ کے حکم کا اتباع کرتے ہیں۔ جو ہر تکبیر پہ نہیں اٹھاتے وہ بھی تکبیر اولیٰ پہ تو اٹھاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم ہے کہ تکبیر پر ہاتھ اٹھاؤ۔ وہ کہتے ہیں یہ حکم پہلی تکبیر کیلئے ہے' پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھانا کافی ہے۔ اب یہ اختلاف اصول کا نہیں فروعات کا ہے۔ اصول ہے کہ تکبیر پر ہاتھ کانوں تک اٹھائے جائیں اور اصول پہ سب متفق ہیں لیکن اس کی تشریح میں اختلاف ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ میری امت کا اختلاف اللہ کی رحمت ہے یعنی بات کے اگر دو پہلو ہیں تو دونوں پر عمل ہو گیا اور رحمت الٰہی کے دونوں پہلو اس میں آ گئے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں اور آمین دل میں کہتے ہیں۔ امام جب قرأت کرتا ہے تو ہم سنتے رہتے ہیں۔ وہ سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے تو سارے نمازی آمین کہتے ہیں لیکن دل میں کہتے ہیں۔ ہمارے شافعی' مالکی اور غیر مقلد بھائی آمین زور سے کہتے ہیں۔ بیت اللہ شریف میں' مسجد نبوی میں زور سے کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے آمین کہنے کا حکم دیا ہے۔ قرأت جب بلند ہو رہی ہے تو آمین بھی بلند ہو۔ اصول تو یہ ہے کہ جب سورۃ فاتحہ کی تلاوت ختم ہو تو آمین کہی جائے۔ یہ اس کی تشریح ہے جو ایک طبقہ کہتا ہے خاموشی سے دل میں کہی جائے اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ جس طرح امام نے تلاوت بلند آواز میں کی' اس طرح بلند آواز میں کہیں گے اور جب امام خاموشی سے تلاوت کرے گا تو ہم بھی خاموشی سے کہہ دیں گے۔ اگر کسی نے ایک پہلو کو اپنا یا تو اچھا کیا اور کسی نے دوسرا اپنا لیا تو بھی اچھا کیا' اطاعت تو محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے جو سراپا رحمت ہیں۔ کسی نے رحمت کے ایک پہلو کو پالیا' کسی نے دوسرے کو پالیا۔ سب نے اپنے اپنے نصیب کے مطابق رحمت کو وصول کیا۔

ایک شخص درود شریف آرام سے بیٹھا دل میں سکون سے پڑھ رہا ہے۔ اس کا رب جانے' اس کا رسول ﷺ جانے۔ وہ اپنے مزے میں ہے' اس کا اپنا حال' اپنی کیفیت ہے۔ دوسرا کہتا ہے میں تو بلند آواز میں پڑھوں گا' مجھے بلند پڑھنے دو۔ درود ہی پڑھ رہا ہے تو پڑھتا رہے۔ دونوں نبی پاک ﷺ پر درود پڑھ رہے ہیں۔ اب دونوں میں کافر کون ہو گیا' کس نے بنا دیا؟ یہ تو تشریحات کا اختلاف ہے۔ ہاں کوئی بندہ ایسا کام کر رہا ہے جس کا حضور ﷺ سے حکم ہی ثابت نہیں تو اس کیلئے دعا کی جاسکتی ہے اور دعا ہی کرنی چاہیے۔ یا اللہ! یہ بیچارہ کلمہ پڑھتا ہے' تیری نماز ادا کرتا ہے' سجدے کرتا ہے' اگر کسی غلطی میں پھنس گیا ہے تو اسے ہدایت دے دے۔ اس پر طعن وتشنیع کرو گے' کفر کا فتویٰ لگاؤ گے تو وہ کہے گا کہ تم کافر ہو۔ وہ اپنی جگہ ڈٹ جائے گا آپ اپنی جگہ ڈٹ جائیں گے۔ اس سختی اور شدت نے ہمیں فرقوں میں بانٹ رکھا ہے۔

سارے مسلمان ہیں' اللہ سب پر رحم فرمائے۔ سب کو خلوص دل سے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ میں جو کام بھی کرتا ہوں' مجھے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حضور ﷺ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں۔ کسی نے کہہ دیا تو وہ قابل عمل نہیں۔ نہ پیر صاحب واجب الاتباع ہیں نہ مولوی صاحب' اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کا ہو گا۔ مولوی صاحب کا ہم پہ احسان ہے کہ وہ اپنی عمر لگا کر علم حاصل کرتے ہیں اور اللہ کی بات ہمیں پہنچاتے ہیں' حضور ﷺ کی بات ہمیں پہنچاتے ہیں' اتباع حضور ﷺ کا ہو گا۔ پیر صاحب کی ہم پر شفقت ہے کہ ساری عمر محنت کر کے' برکات نبوت حاصل کرتے ہیں اور جب ہم جاتے ہیں تو ہمارے قلوب میں نورِ نبوت اُنڈیل دیتے ہیں' ہمیں وہ کیفیات محسوس ہوتی ہیں' ہمیں اسلام پر عمل کرنے میں لطف آتا ہے اور گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے۔ ان کا احسان ہے کہ زندگی بھر محنت

کی اور جو کچھ حاصل ہوا اسے ہم پر بانٹ رہے ہیں۔ ہم پر مشائخ کا احسان علماء سے بھی زیادہ ہے۔ ان کا احترام بھی زیادہ ہے اور مقام بھی زیادہ ہے۔ اس میں جھگڑنے کی تو کوئی بات نظر نہیں آتی۔ اسلام تفرقوں، فرقہ بندیوں اور غیروں کی غلامی کو چھوڑ کر ایک اللہ کی غلامی پہ جمع ہونے کا نام ہے۔

دنیا میں بیشمار خدا تھے اور آج بھی ہیں۔ ہر بندہ چاہتا ہے کہ دوسرا میری بات مانے۔ یہ خدائی وصف ہے۔ ہر بندے کے اندر ایک فرعون بیٹھا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے دوسرے وہی کریں جیسا میں کہتا ہوں۔ کیوں ویسا کریں، تم کون ہو، تمہاری حیثیت کیا ہے؟ سب ویسا کیوں نہ کریں جیسا اللہ کہتا ہے۔ سب ویسا کیوں نہ کریں جیسا محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

واجب الاتباع نبی ﷺ کی ذات ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کی ہر ادا اللہ کو محبوب ہے۔ اللہ انہیں کا بھلا کرتا ہے جو خلوص دل سے حضور ﷺ کا اتباع کرتے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم صلوٰۃ والسلام نے آپ ﷺ کے اتباع کا عہد کیا۔ اللہ نے اس کا انعام یہ دیا کہ جب حضور ﷺ معراج پہ روانہ ہوئے تو تمام انبیاء کو برزخ سے لاکر بیت المقدس میں جمع فرما دیا اور حضور ﷺ کی امامت میں دو رکعت ادا کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ یہ اس کا کتنا احسان تھا کہ کہاں سے واپس لایا اور ان نبیوں کو حضور ﷺ کے اتباع کی سعادت نصیب فرمائی۔

ہمیں براہ راست ساری زندگی حضور ﷺ کا اتباع کرنے کی دعوت دے دی اور ہم کتنے بدنصیب ہیں کہ اس ہستی کا اتباع چھوڑ دیتے ہیں جس کی ایک ایک ادا پر کائنات قربان کی جاسکتی ہے۔ ہمارے پاس تو ہر لمحہ رحمت الٰہی لوٹنے کا ہے، ہمارے پاس ہر لمحہ مغفرت اور بخشش پانے کا ہے، ہم تو اللہ کی محبت جیت سکتے ہیں۔ بخشش وعطا اور کرم تو اور بات ہے لیکن محبت کچھ اور چیز ہوتی ہے۔ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ بندے کو اپنا محبوب بنالے۔ فرمایا: میرا اتباع کرو، تم محبوب کبریا بن جاؤ گے۔ اب اگر اس اعلان کے بعد بھی ہمیں توفیق نہیں ہوتی تو یہ بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ جس دروازے سے اللہ کی رحمت لٹائی جا رہی ہے، اس پر حاضری سے محروم رہے اور تہی داماں، نامراد واپس لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے دامان رحمت سے وابستہ رکھے اور آپ ﷺ کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دین وہ طرز حیات، زندگی کا سلیقہ اور شعار ہے جو اللہ کریم کی طرف سے مقرر کر دیا گیا اور اس طرح سے زندگی گزارنا ہی دینداری ہے۔ ہمارے ہاں یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ صرف عبادات ہی دین ہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ عبادات دین کا بہت اہم حصہ ہیں لیکن صرف عبادات ہی دین نہیں ہیں۔ دین پوری زندگی کو محیط ہے۔ اگر کوئی اسے قبول نہیں کرتا اور زندگی اپنی پسند سے جینا چاہتا ہے، کاروبار میں، تعلقات میں، سیاست میں اپنی پسند کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہے، ملکی و بین الاقوامی تعلقات اور امور میں اپنی پسند کو دخل دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کر لیں، یعنی اللہ کا مقرر کردہ دین تو صرف ایک ہے اور اس کے علاوہ جتنے طریقے ہونگے، وہ دین نہیں ہونگے اور یہ لوگ جو آپ ﷺ کی بات نہیں ماننا چاہتے ان کے اعمال عنداللہ دین کے طور پر قبول نہیں ہونگے بلکہ دین کی مخالفت ہوگی، اللہ کریم پر جھوٹا الزام ہوگا اور یہ بہت بڑا جرم ہے۔

(اکرم التفاسیر، جلد 3 سے ماخوذ)

خواتین کا صفحہ

حضرت اُمِّ دحداح انصاریہ رضی اللہ عنہا

اُمِ فاران، راولپنڈی

تعارف:

یہ انصار خواتین میں سے ہیں۔ ان اولین خواتین میں سے جنہوں نے شروع ہی میں جب مدینہ منورہ میں اسلام کی چمک روشن ہوئی، ایمان کی حلاوت چکھ لی۔

قبولِ اسلام:

جب حضرت مصعب بن عمیرؓ، رسول اللہ ﷺ کے سفیر بن کر مدینہ تشریف لائے اور انہوں نے تبلیغِ اسلام کے کام کا آغاز کیا تو اہلِ مدینہ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے اور حضرت مصعبؓ نے لوگوں کو ہجرت کے دن کے لیے خوب تیار کر لیا۔ ایسے میں جب مدینہ میں ایمان کی خوشبو سے معطر ہوائیں چلنے لگیں تو جن لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت اُمِ دحداحؓ کا خاندان بھی شامل تھا جو اس وقت مدینہ منورہ کے اطراف میں سکونت پذیر تھا، یہ سب اہلِ خانہ اکٹھے اسلام میں داخل ہوئے۔

رفیقِ حیات:

حضرت امِ دحداحؓ کے رفیقِ حیات جو اپنی کنیت ابو دحداح سے مشہور تھے کا نام ثابت بن دحداح بن نعیم بن غنم بن ایاس حلیفِ انصار تھا۔ ان کا قبیلہ قضاعہ کے قبائل میں تھا۔ یہ لوگ مدینہ کی طرف آئے اور قبیلہ اوس سے معاہدہ دوستی کر لیا۔

یہ دونوں میاں بیوی جوشِ ایمان اور اخلاصِ عمل کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی اُن نفوس میں سے ہیں جو قرآن کی روشنی سے منور ہو گئے۔

ابو دحداح کے باغات:

حضرت ابو دحداح کی ملکیت ایسی زرخیز زمین تھی جو وافر پانی کے باعث خوب ذخیرے والی تھی۔ حضرت ابو دحداح کے پاس دو باغات تھے۔ جن پر اُن کی گزر بسر کشائش کے ساتھ ہوتی تھی۔

قرضِ حسنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب ''سورۃ الحدید'' کی یہ آیت نازل ہوئی:

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجۡرٌ کَرِیۡمٌ (سورۃ الحدید:11)

''کون ہے جو اللہ کو قرض دے تا کہ اُسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے اور اس کے لیے بہترین اجر ہے۔''

تو حضرت ابو دحداح حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ کی خدمت میں عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ ہم سے قرض چاہتا ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اے ابو دحداح''۔

ابو داحداحؓ نے عرض کیا ''آپ ﷺ اپنا ہاتھ مبارک مجھے دکھایئے''۔

(جیسا کہ سودے کے وقت یہ ایک معروف عادت ہے) تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک ابو دحداحؓ کے ہاتھ میں دے

دیا۔

تو ابودحداح ؓ نے عرض کیا: "میرے دو باغ ہیں، ایک نشیبی زمین میں اور ایک اوپر والی زمین میں۔ خدا کی قسم میرے پاس ان کے علاوہ اور کچھ نہیں، میں دونوں باغوں کو اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک باغ اللہ کی راہ میں وقف کردو اور ایک اپنے اہل وعیال کی معیشت کے لیے رکھ لو۔"

ابودحداح نے عرض کی "آپ ﷺ گواہ رہیں میں ان میں سے جو بہتر ہے وہ اللہ کو قرض دیتا ہوں، اس کے گرد دیواریں ہیں اور وہ سبز باغ ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "تو پھر اللہ تمہیں اس کا بہتر اجر عطا فرمائیں گے۔"

اور ابودحداح وہاں سے چل پڑے اور سیدھے گھر پہنچے جو اس باغ میں تھا۔ اہلیہ اُم دحداح کو پکار کر کہا:

"دحداح کی ماں باہر آجاؤ میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔"

حضرت امِ دحداح ؓ بولیں "ابودحداح ؓ تم نے نفع کا سودا کیا" اور اپنا سامان اور بچے لے کر گھر سے باہر آگئیں۔ ابودحداح وہاں سے چل پڑے جب کھجوروں کے درختوں کے پاس پہنچے تو ابو دحداح ؓ نے یہ اشعار کہے

هداك ربي سبيل الرشاد الى سبيل الخير والسر اد بيني من الحائط بالواد۔

فقد فص قرضا الى التناد أ قرضه الله على اعتمادي بالطوع الامن ولا ارتداد۔

الا رجاء الضعف في المعار فار تحلي بالنفس والاد۔

وابر الاشك فخير زاد قدمه المئر الى المعاد۔

اے بیوی! تجھ کو رب بہتر راستہ دکھائے عمدہ، بہتر اور درست راہ کی طرف۔ دیوار سے لے کر درمیان (پورا احاطہ) محبوب ہے جو بیشک قیامت کے دن کی طرف قرض ہوگیا! اسے میں نے اللہ کو قرض دیا اس اعتماد سے خوشی کے ساتھ بغیر احسان جتائے یا لوٹائے مگر یہ کہ قیامت میں اضافہ کی اُمید ہے۔ پس کوچ کر جا، جان اور اولاد کے ساتھ اور نیکی بلا شک بہترین توشہ ہے جس کو آدمی آخرت کی طرف آگے بھیج دے۔

ام دحداح ؓ نے فرمایا تیری تجارت نفع مند ہوگئی۔ اللہ تجھ کو خریدی ہوئی چیز میں برکت دے اور پھر اُم دحداح ؓ نے یہ اشعار پڑھے۔

بشرك الله بخير وفرح مثلك ادى ماللديه ونصح قدمتع۔

الله عيالي ومنح بالعجوة السوداء والربهو البلخ۔

والعبد يسعى وله ماقد كدح طول الليالي وعليه ما اجترح۔

اللہ تجھ کو بھلائی خوشی کی بشارت دے۔ تیری مثل ادا کرتا ہے جس کے پاس ہو اور بھلائی حاصل کرتا ہے۔ بے شک اللہ میرے عیال کو نفع دے اور عطا کرے کالی پکی کھجوروں کے اور سرخ پکی کھجوروں کے بدلہ میں۔ اور بندہ تو کوشش ہی کرتا ہے اور اس کے لیے وہی ہے جس کے لیے مشقت اٹھائے لمبی راتوں میں اور ہی نقصان دہ ہے جس کا جرم کرے۔

اور پھر امِ دحداح ؓ اپنے بچوں کی طرف متوجہ ہوئی اور جوان کے منہ میں (کھجوروں) سے کچھ تھا اس کو نکلوانے لگی اور خوشوں میں کچھ تھا اس کو وہیں چھوڑا اور میاں بیوی دیوار سے باہر آگئے۔

شہادت:

ان ہی کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا:

"کتنے ہی جنت میں درختوں کے بڑے خوشے ابودحداح رضی اللہ عنہ کے لیے ہونگے۔"

(ابنِ کثیر، ج:1، ص:296)، (قرطبی، ج:3، ص:238)

ابودحداح رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت ام دحداح رضی اللہ عنہا کے لیے راہِ خدا میں ایک قربانی دینا باقی تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ کے لیے شہادت کی اُمید کی گئی اور یہی ہوا۔

غزوہ احد میں ابودحداح اپنی بیوی سے رخصت ہوئے اور میدانِ احد میں مسلمانوں کی طرف سے کھل کر لڑے۔ جب مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو بھی ابودحداح اپنی جگہ مضبوط کھڑے رہے اور قتال کرتے رہے یہاں تک کہ شہادت کا بلند رتبہ حاصل کرلیا۔

علامہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ جب ابودحداح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو منتشر ہوتے دیکھا تو چیخے "اے انصار کی جماعت! آؤ آؤ میری طرف میں ثابت بن دحداح ہوں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کردیئے گئے تو بے شک اللہ زندہ ہے لہٰذا اپنے دین کی نگہبانی میں جہاد کرو بے شک اللہ تمہیں غلبہ دینے والا ہے۔" تو انصار کی ایک جماعت ان کے گرد جمع ہوگئی، لڑتے لڑتے ابودحداح رضی اللہ عنہ کے نیزہ پار ہوگیا اور وہ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔

شہادت کی خبر:

جب رفیقِ حیات کی شہادت کی خبر امِ دحداح کے کانوں تک پہنچی تو نہ انہوں نے چہرے کو پیٹا نہ کپڑے پھاڑے اور نہ اپنے سر پہ مٹی ڈالی صرف اللہ اکبر کہا اور انا للہ پڑھا۔ اور اللہ سے ثواب کی اُمید کی۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ وسلامت لوٹ آنے کی خبر ملی تو ان پر خوشی چھا گئی کہ ان کو پتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔

رضی اللہ عنہا

بچوں کا صفحہ، بقیہ صفحہ نمبر 37 سے آگے

اور یہ شخص قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شخص دو دفعہ بیعت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر دفعہ اسے واپس لوٹا دیتے۔ روایتوں میں ثابت ہے کہ اس شخص کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قلب پہ آنے والے حادثہ کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن ملجم کو جب بھی دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اس کے ہاتھ خون سے رنگین ہونے والے ہیں۔

جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب عبدالرحمٰن بن ملجم نے ایک اور شخص شبیب بن بجیرہ کو اپنے ساتھ ملایا اور یہ دونوں تلواریں لے کر اس جگہ بیٹھ گئے جس دروازے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ صبح جب مؤذن کی اذان پر آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو ان دونوں نے اپنی تلواروں سے آپ رضی اللہ عنہ پر وار کیا۔ شبیب بن بجیرہ کی تلوار تو طاق پر پڑی لیکن ابنِ ملجم کی تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر لگی اور شدید زخم آیا۔ زخم لگتے ہی آپ رضی اللہ عنہ پکارے رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا (احیاء العلوم، جلد: 4)، ساتھ ہی یہ بھی پکارا کہ قاتل جانے نہ پائے۔ ہر طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ شبیب بن بجیرہ تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا لیکن عبدالرحمٰن بن ملجم کو حضرت مغیرہ بن نوفل نے (جو اپنے وقت کے پہلوان تھے) دوڑ کر بھاری کپڑا اس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا۔ امیر المومنین کو گھر پہنچایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاتل کو طلب کیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ قیدی ہے۔ اس کی خاطر تواضع کرو۔ اچھا کھانا اور نرم بچھونا دو۔ اگر میں زندہ رہا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعوٰی دار میں ہوں گا۔ قصاص لوں گا یا معاف کردوں گا۔ اگر مرجاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کردینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہلِ خانہ کو دین پر قائم رہنے کی نصیحت فرمائی، کلمہ پڑھا اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

بچوں کا صفحہ

قسط نمبر 3

حضرت علی رضی اللہ عنہ

ع خان، لاہور

حضرت علیؓ نہ صرف بڑے بہادر اور پائے کے عالم تھے بلکہ آپؓ اپنی سخاوت کی وجہ سے بھی بے حد مشہور تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے تمام صحابیؓ سخاوت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے اور کیوں نہ ہوتے آخر انؓ کی تربیت نبیٔ اکرم ﷺ کے زیرِ سایہ ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کے ہاں دو دو ماہ چولہا اس لیے نہیں جلتا تھا کہ جو کچھ آتا تھا وہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم ہو جاتا تو حضرت علیؓ بھی آپؐ کی اتباع میں جو کچھ آتا تھا فوراً تقسیم کر دیتے تھے۔ جب آپؓ خلیفہ بنے تو سرکاری خزانے سے آپؓ کو بہت ہی معمولی سی تنخواہ ملنا شروع ہوئی جو اس قدر کم تھی کہ کوئی شخص بھی اس تنخواہ میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ مشکل سے گزارہ کر پاتا۔ حضرت علیؓ اس میں سے بھی ایک بڑا حصہ محتاجوں اور غریبوں میں بانٹ دیتے تھے۔ آپؓ معمولی قسم کا لباس پہنتے تھے، اپنے اکثر کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے۔ آپؓ کا رہن سہن بھی بے حد سادہ تھا اور خوراک کے معاملے میں بھی انتہائی سادگی پسند تھے۔

آپؓ کے زمانۂ خلافت میں سلطنتِ اسلامیہ کے دور دراز کے گاؤں میں ایک غریب شخص رہتا تھا۔ وہ اپنی غربت کے ہاتھوں بڑا پریشان اور مصیبت میں رہتا۔ ایک دن اس کی پریشانی دیکھ کر اس کے کسی جاننے والے نے مشورہ دیا کہ بھائی یہاں پڑے پڑے کیوں سوکھ رہے ہو، خلیفہ کے پاس جا کر اپنا حال بیان کرو وہ ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اس دیہاتی نے یہ مشورہ مان لیا اور سفر کی مصیبتیں اٹھاتا ہوا کوفہ کے شہر جا پہنچا جو حضرت علیؓ کے زمانے میں دارالخلافہ تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ سیدھا مسجد گیا کہ ذرا دیر آرام کر لوں پھر منہ ہاتھ دھو کر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ وہ دیہاتی مسجد میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص جو کی سوکھی روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص بہت مایوس ہوا کہ جب خلیفہ کے اپنے شہر کے لوگوں کا یہ حال ہے تو وہ میری کیا مدد کرے گا۔ جو شخص جو کی روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہا تھا وہ بھی اس دیہاتی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب دیہاتی مایوس ہو کر مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گیا تو وہ شخص اس دیہاتی کے پاس آیا کہ بھائی تم ایک دم اتنے اُداس کیوں ہو گئے؟ اس پر بے چارے دیہاتی نے اپنا سارا حال کہہ سنایا، پھر کہنے لگا کہ میں تو یہاں اس لیے آیا تھا کہ خلیفہ کے پاس جا کر اپنا حال سناؤں گا اور مدد کے لیے کہوں گا لیکن خلیفہ کے تو اپنے شہر کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ انہیں ڈھنگ کی روٹی بھی نہیں ملتی اور وہ سوکھی روٹی پانی میں ڈبو ڈبو کر کھا رہے ہیں تو بھلا خلیفہ میری کیا مدد کرے گا۔

دیہاتی کی یہ بات سن کر وہ شخص مسکرایا اور دیہاتی کو اپنے ساتھ سرکاری خزانے میں لے گیا اور اُسے وہاں سے اتنا کچھ دلوایا کہ وہ دیہاتی خوش ہو گیا۔ سرکاری خزانے جا کر دیہاتی کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس شخص کو اُس نے مسجد میں سوکھی روٹی پانی میں ڈبو ڈبو کر کھاتے دیکھا تھا وہی مسلمانوں کے خلیفہ حضرت علیؓ ہیں۔ دیہاتی کو یقین نہ آتا تھا کہ اتنی بڑی سلطنت کے حاکم، غریبوں اور محتاجوں کا اس قدر خیال کرنے والے خود اتنی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

شہادت:

حضرت علیؓ کی شہادت جمعہ کے دن فجر کے وقت ہوئی۔ آپؓ کے قاتل کا نام عبدالرحمٰن بن ملجم تھا (بقیہ صفحہ نمبر 36 پر)

14 اگست 2016ء

مرشدِ کامل

محمود خالد بہاولپور

ایسا ولی اللہ جو دوسروں کی روحانی تربیت کرسکتا ہو مرشد (روحانی استاد) کہلاتا ہے۔ مرشد اختیار کرنے سے قبل ضروری ہے کہ وہ خصوصیات/شرائط دیکھ لی جائیں جو مرشد کامل کے لیے ضروری ہیں۔

(شریعت وطریقت، ص:30)

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

شیخ وہ ہے جو امراضِ باطنہ اخلاق رذیلہ وحمیدہ سے پوری واقفیت رکھے اور ان میں آپس کے التباس اور ان کے خواص وتاثرات کو پہچانے اور ان کے حصول وازالہ کی تدبیر پر مہارتِ تامہ رکھتا ہو۔ ان اخلاق کے عروج ونزول سے واقف ہو، نیز خواطر نفسانی وشیطانی وملکوتی وربانی سے پوری واقفیت رکھتا ہو کہ ان خطرات کے درمیان تمیز کرسکے۔ اس لیے شیخ کا صاحبِ فن اور صاحبِ ذوق اور مجتہد ہونا ضروری ہے۔

اگر طریق کو محض کتبِ تصوّف دیکھ کر یا لوگوں سے سن کر حاصل کیا اور تربیت کرنے کے لیے بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لیے مہلک ہے اس لیے کہ وہ طالب سالک کے حالات، وارداتِ وتغیرِ حالات کو نہیں سمجھتا جس کو شیخ ابنِ عربیؒ نے شیخ کی علامات میں اجمالاً واختصاراً بیان فرمایا ہے کہ شیخِ کامل کی پہچان اجمالاً تین چیزیں ہیں۔

(1) دین انبیاء کا سا (2) تدبیر اطباء کی سی

(3) سیاست بادشاہوں کی سی

(شریعت وتصوّف، ص:30)

جس کی تفصیل یہ ہے:

(1) عالم ربانی ہو کیونکہ جاہل کی بیعت ہی سرے سے حرام ہے۔

(دلائل السلوک، ص:52)

بقدرِ ضرورت دین کا علم ہو خواہ تحصیلِ علم سے یا صحبتِ علماء محققین سے۔

(شریعت وتصوّف، ص:30)

(2) صحیح العقیدہ ہو کیونکہ فسادِ عقیدہ اور تصوّف وسلوک کا آپس میں کوئی رشتہ ہی نہیں۔ (دس، ص:52)

(3) متبع سنت رسول ﷺ ہو کیونکہ سارے کمالات حضور ﷺ کے اتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "پیر کامل وہ ہے جو محق بھی ہو اور محقق بھی ہو۔ محق ہونے کے تو معنی یہ ہیں کہ اس کے عقائد صحیح ہوں، متبع سنت ہو، اور محقق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وساوسِ نفس پر اس کی گہری نظر ہو۔

(تصوّف وطریقت، ص:62)

(4) مشرک وبدعت کے قریب بھی نہ جائے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے اور بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔ (دس، ص:52)

(5) خود متقی پرہیزگار ہو یعنی ارتکابِ کبائر سے اور صغائر پر اصرار سے بچتا ہو (ش ت، ص:30)

(6) دنیادار نہ ہو کیونکہ ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔

(دلائل السلوک، ص:52)

اس میں حرص وطمع نہ ہو۔ (شریعت وتصوّف، ص:30)

دنیا سے نفرت کرنے والا اور آخرت کی طرف لو لگانے والا ہو، مسنون عبادات پر پابندی سے عمل کرتا ہو، دل کا تعلق ہمیشہ اللہ سے رکھتا ہو۔ (عمدۃ السلوک، ص:56)

(7) شرع کی باتوں کا حکم کرتا ہو اور خلافِ شرع کاموں سے روکتا

ہو اپنی رائے پر مضبوط اور پکا ہو، ہر جائی اور ہر دم خیالی نہ ہو، مروت اور عقلِ سلیم والا ہو تاکہ اس پر اور اس کے بتائے ہوئے اور روکے ہوئے کاموں پر بھروسہ کیا جاسکے۔ (عمدۃ السلوک، ص:56)

(8) ایسے کامل پیروں کی صحبت میں رہا ہو جن کا سلسلہ تعلق آنحضور ﷺ تک پہنچتا ہو۔ اور ان سے ادب سیکھا ہو اور دل کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہو۔۔۔ جس طرح انسانوں کو ظاہری علم عالموں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اسی طرح باطنی علم کے لیے بھی بزرگوں کی صحبت ضروری ہے۔ (عمدۃ السلوک، ص:56)

(9) علمِ تصوّف میں کامل ہو کیونکہ جس راہ سے واقف نہ ہو اس پر گامزن کیسے ہوسکتا ہے۔ (دلائل السلوک، ص:52)

(10) شاگردوں کی تربیت باطنی کے فن سے واقف ہو اور کسی ماہر فن سے تربیت پائی ہو۔ (مزید مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہوں، عمدۃ السلوک، ص:48 تا 50 اور 57 کا آخری حصہ)

یہاں تک سب متفق ہیں، ان سے آگے حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحبؒ ایک اور خصوصیت/شرط رقم فرماتے ہیں۔

(11) حضور نبی اکرم ﷺ سے روحانی تعلق قائم کردے، جو بندے اور خدا کے درمیان واحد واسطہ ہیں (دلائل السلوک، ص:52)

انہوں نے اپنی اس شرط کی تائید میں حوالہ جات پیش کیے ہیں جو دلائل السلوک، ص:52 تا 58 حاشیہ میں ہیں۔ دیکھے جاسکتے ہیں۔

راقم الحروف کو اس روحانی تعلق اور روحانی بیعت سے متعلق جو دلائل دستیاب ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی صاحبؒ فرماتے ہیں:

''اے راہِ آخرت کے مسافر تو ہر وقت رہبر کے ساتھ رہ یہاں تک کہ وہ تجھ کو پڑاؤ پہ پہنچادے۔ راستہ بھر اس کا خادم بنا رہ۔ اس کے ساتھ حسنِ ادب کا برتاؤ رکھ اور اس کی رائے سے باہر مت ہو کہ وہ تجھ کو واقف کار بنادے گا اور خدا کے قریب پہنچادے گا۔ اس کے بعد تیری شرافت وصداقت وحذاقت دیکھ لینے کی وجہ سے تجھ کو راستہ میں نیابت عطا کرے گا۔ یعنی تجھ کو قافلہ میں سردار اور اہلِ قافلہ کا سلطان بنادے گا۔ اور اپنے لشکر میں تجھ کو نائب قرار دے گا پس تو سرداری پر قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ تجھ کو تیرے نبی ﷺ کے پاس لائے گا اور تجھ کو آپ ﷺ کے حوالہ کردے گا۔ پس آپ ﷺ کی آنکھیں تجھ سے ٹھنڈی ہوں گی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ تجھ کو نائب بنادیں گے، قلوب اور کیفیات اور معانی پر۔ پس تو حق تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفیر اور اپنے نبی ﷺ کا حاضر باش خدمت گار بن جائے گا کہ کبھی مخلوق کی طرف آئے گا اور کبھی خالق کی طرف۔ یہ چیز بناوٹ اور ہوس سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس (یقین وطمانیت قلب) سے حاصل ہوتی ہے جو سینوں میں جگہ پایا کرتی ہے اور عمل اس کی تائید کیا کرتا ہے۔''

(فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی، مجلس نمبر:50، ص:354، مترجم مولانا عاشق الٰہی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، 1982ء)

حضرت سلطان باہُوؒ صاحب لکھتے ہیں:

''مرشد وہ مرد ہے جو پہلی نگاہ سے طالب کے وجود کے ہفت اندام کو دریا کے بہتے پانی کی طرح پاک کردے اور دوسری نگاہ سے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی مجلس مبارک میں پہنچادے۔''

(اورنگ شاہی، ص:15)

مزید مطالعہ کے شائقین حضرت موصوفؒ کی کتاب اردو ترجمہ حجت الاسرار، ص:25 اورنگ شاہی، ص:11 ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ روحانی بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:

''روحانی طور پر مجھے بیعت، صحبت، خرقہ پوشی، فیضانِ توجہ اور تلقین کا تعلق آنحضرت کی ذاتِ گرامی سے حاصل ہے۔۔۔ آنحضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے سر مبارک مراقبہ سے اٹھایا اور اشارہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھ بیعت اور مصافحہ کے لئے بڑھادیئے۔ میں اٹھا اور اپنے زانو آنحضرت ﷺ کے زانو کے ساتھ ملا کر مؤدب ہوگیا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ آنحضرت کے دونوں مبارک ہاتھوں میں دے کر بیعت کی۔

بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں میں بھی اپنی آنکھیں بند کرکے آپؐ کے حضور متوجہ ہوگیا۔ آپؐ نے وہی نسبت عطا فرمائی جس کا علم آپؐ پہلے بھی دے چکے تھے چنانچہ اس

نسبت کے فیضان کی وجہ سے میں نے علم کا احاطہ کرلیا۔

خدا جانتا ہے کہ اس سارے معاملے میں کوئی کلمہ اور کلام نہیں ہوئی یہ سارا روحانی فیضان تھا جو ارشاد اور عمل کے ذریعہ عطا ہوا۔''

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، باب اوّل سلسلہ ولی اللٰہی، ص: 129-130، مترجم سید محمد فاروق القادری، تصوّف فاؤنڈیشن، لاہور۔

شاہ صاحب ؒموصوف ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''سنا میں نے اپنے والد بزرگوار سے، فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں، سو میں نے آپؐ سے بیعت کی۔ سو آنحضرت ﷺ نے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں دست مبارک میں کرلیا۔ سو میں تو اسی طرح جیسے خواب میں دیکھا مصافحہ کرتا ہوں بیعت لینے کے وقت۔''

(شفاء العلیل، ترجمہ القول الجمیل، ص: 37، مترجم مولانا خرم علی، اسلامی اکادمی، لاہور)

حضرت موصوف اور جگہ لکھتے ہیں:

''خبر دی مجھے میرے والد نے، فرمایا میرے والد نے کہ میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا اور بیعت کی اور آپ نے نفی اثبات کا طریقہ تلقین فرمایا بطور صوفیہ کے اور جناب والد نے بیعت لی مجھ سے اسی طرح تلقین کی ذکر نفی اثبات کی۔''

(در الثمین فی مبشرات النبی الامین، ص: 34، مترجم علامہ مولانا غلام رسول صاحب، سنی دارالاشاعت، علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ، فیصل آباد)

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''مجھے میرے چچا نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایسے راستہ میں چل رہا ہوں جہاں کوئی اور نہ تھا پس اچانک ایک مرد نے اشارہ کیا کہ میرے پاس آؤ۔ پھر اس مرد بزرگ نے فرمایا، اے ست چال مرد! میں علیؓ ہوں مجھے تیری طرف رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے تاکہ میں تجھے حضور ﷺ کے پاس لے چلوں تو پھر فرمایا میرے چچا نے کہ ہم گئے بارگاہ نبوی ﷺ میں فرمایا میرے چچا نے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کے نیچے لیا اور اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے روبرو کیا اور کہا یا رسول اللہ (ﷺ) یہ ہاتھ ابو رضا محمد کا ہے، پس بیعت فرمائی نبی ﷺ نے پھر فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میں واسطہ ہوں درمیان نبی ﷺ کے اور اولیاء اللہ کے اور اشارہ کیا میری طرف پھر ذکر تلقین کی۔'' (ایضاً، ص: 44)

حضرت سلطان باہو صاحب ؒلکھتے ہیں:

''مرشد ایسا ہونا چاہئے جس طرح سے یہ فقیر کہ خدا تعالیٰ نے اس فقیر پر اپنا فضل و کرم کیا کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس نے بیعت حاصل کی اور آنجناب نے خنداں پیشانی ہوکر اس فقیر کی بیعت لی جس سے اس فقیر کا ظاہر و باطن ایک ہوگیا۔''

(اردو ترجمہ حجت الاسرار، ص: 21، نولکشور گیس پرنٹنگ ورکس، لاہور)

اصل مضمون اوصاف/شرائط مرشدِ کامل تو مکمل ہوا۔ مناسب معلوم ہوا کہ شیخِ کامل کی ضرورت و اہمیت اور افادیت بارے ایک حوالہ لکھ دوں۔

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ؒفرماتے ہیں:

''دوستو، اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے راستے مجاہدے کے لیے اور صحبتِ صالحین کے لیے تیار ہو جاؤ، تبلیغی جماعت میں نکلنے سے یا مدرسہ میں پڑھنے سے بھی ایک قسم کی صحبت مل جاتی ہے لیکن پھر بھی شیخِ کامل کی ضرورت رہتی ہے، شیخ کی ضرورت کو حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چاہے تبلیغ میں لاکھوں چلے لگا لو مگر جب تک صحبت شیخ نصیب نہیں ہوگی، تقویٰ اور اللہ سے خاص تعلق نہیں ملے گا، اس لئے تمہارا کوئی مربی اور شیخ بھی ہونا چاہیے، لہٰذا جس اللہ والے سے مناسبت ہو اس سے بیعت ہو جاؤ۔''

(اسلامی مملکت کی قدر و قیمت، ص: 11، کتب خانہ مظہری، کراچی)

الحمدللہ! اوصافِ بالا کے حامل شیخ مرشد کامل حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان صاحب زاداللہ شرفہٗ ومجدہٗ خوشاب روڈ پر دارالعرفان منارہ میں تشریف فرما ہیں۔ جہاں پورا سال سالکین کی روحانی تربیت کی جاتی ہے۔

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی

اُمِ فاران، راولپنڈی

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں!

ماہنامہ المرشد کے اگست کے شمارے کا اداریہ پڑھا جسے کچھ اس جذبِ دروں سے لکھا گیا تھا کہ دل کو لگا اور قلم کو جنبش پہ مجبور کر گیا۔ کس قدر قیمتی باتیں ہیں جو صرف اور صرف دردِ دل کہلا سکتی ہیں فقط الفاظ ہی نہیں ہیں نہ کوئی کتابی باتیں ہیں۔

برحق ہے کہ ہم جس قدر بھی ترقی کے زینے طے کر لیں، دور جتنا بھی تیز تر ہو جائے فاصلے جتنے مرضی سمٹ جائیں جو باتیں کل اٹل تھیں وہ آج بھی اٹل ہی رہیں گی۔ کیا آج کے انسان کو بھوک پیاس نہیں لگتی؟ کیا نینداس کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا آج وہ دن رات کی قید سے آزاد ہو گیا ہے؟ نہیں، تو پھر اُسے سمجھ لینا ہوگا کہ جو ضرورتیں اس کی کل تھیں آج بھی وہی ہیں۔ ذرائع بدل گئے یا وسائل تبدیل ہونے سے ہماری حقیقت نہیں بدل سکتی۔ بھوک، پیاس اور نیند کی طرح ہماری ایک ضرورت آزادی بھی ہے۔ انسان بے شک اپنی ہر ضرورت کے لیے اللہ کی ذات کا محتاج ہے لیکن بااختیار اور آزاد بنایا گیا ہے حتیٰ کہ اللہ نے اُسے اپنی خدائی منوانے کے لیے بھی پابند نہیں کیا۔ وہ مہلت دیتا ہے تو ہم اگلی سانس بھی لے سکتے ہیں اس کے باوجود اُس ربِ کریم نے انسان کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو اُسے اپنا خالق و مالک مانے ورنہ کوئی زبردستی نہیں۔ اپنی مدتِ عمر میں وہ آزاد ہے، نہ ہی زبردستی کا ایمان اللہ کے ہاں مقبول ہے۔

بعینہٖ آزادی بھی انسان کا بنیادی اور فطری حق ہے۔ جب اس کے پروردگار نے اسے اپنا پابند نہیں بنایا تو اُس جیسا دوسرا انسان کس طرح اُسے اپنا تسلط ماننے پر مجبور کر سکتا ہے؟

ہمارے بزرگوں کو اس کا ادراک ہم سے کہیں زیادہ تھا۔ شائد اس لیے کہ انہوں نے غیر کا تسلط دیکھا اور اپنی جانوں پہ برداشت کیا۔ ہمیں تو ان کی قربانیوں کے طفیل یہ آزادی پلیٹ میں رکھی ملی، مالِ مفت دلِ بے رحم کے مصداق جو چیزیں بھیک میں مل جائیں ان کی قدر نہیں ہوتی۔

ہم نے بھی تسلط کی گھٹن محسوس کی ہوتی، ظلم و زیادتیاں برداشت کی ہوتیں، اپنے حقوق پامال ہوتے دیکھے ہوتے تو خون میں اُبال آتا۔ اور آزادی کے لیے جان و مال بھی قربان کرنا پڑتا تو کر گزرتے اور چھین لیتے اپنے حصے کی زمین، اپنے حصے کا آسمان اور کھلی فضا۔ پھر ہم بھی آزادی کی روح سے آشنا ہوتے ورنہ جسم تو آزاد ہو جاتے ہیں اذہان غلامی سے نجات نہیں پاتے۔ یوں گوری چمڑی کا رعب اور ٹیڑھی انگریزی کا رواج نہ ہوتا۔ ہمارے ملک میں خطۂ زمین تو آزاد ہو گیا لیکن ہم نہ ہو سکے۔ پہلے انگریزوں کے غلام تھے اب ان کے نوکروں کے چاکر ہیں۔

اگر ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ احتساب سے بالاتر نہیں تھے تو آج کے ہمارے حکمران کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اگر ربع صدی میں نصف دنیا پر اسلام کا پرچم لہرانے والے مجمع میں پہچانے نہیں جا سکتے تھے تو آج ہم وی آئی پی کلچر کا شکار کیوں ہیں؟ جو بھوک کا مارا ایک نان چراتا ہے اس کے لیے تو قانون ہے لیکن جو ملک کو لوٹ کر اغیار کے بینک بھر رہے ہیں ان کا احتساب کوئی نہیں کرتا۔ آج ہم عدمِ تحفظ، عدمِ مساوات کا جس قدر بھی شکار ہیں وہ اسی غلامانہ ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ ہم میں وہ جرأت فاروقی نہیں ہے

کہ ظالم کا گریبان پکڑ سکیں۔ قوانین اب تک انگریز کے بنائے ہوئے چل رہے ہیں یا وہ جو اُس کو قابلِ قبول ہیں۔ نظامِ تعلیم اُس کا دیا ہوا ہے جو اُس نے محکمانہ ضروریات پوری کرنے کے لیے کلرک پیدا کرنے کو بنایا تھا۔ ایسا علم شعور کو کیا جلا بخشے گا یا نئی نسلوں کو کیا سر اُٹھا کر جینا سکھائے گا؟ لیکن ہم ہیں کہ شب و روز کے چکر میں اُلجھے ہوئے ہیں، کسی منزل کے تعین کے بغیر چلے جا رہے ہیں۔ دن کو شب اور شب کو دن کرنے کو زندگی سمجھ بیٹھے ہیں۔ کچھ خبر نہیں کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے۔

کاش کوئی 14 اگست ایسا بھی آئے جو ہمیں اس گہری نیند سے بیدار کر پائے، حالات کا رونا روتے دیکھنے کی بجائے حالات سے نبرد آزما بھی کر پائے، اپنے حقوق کے لیے لڑتے ہوئے، اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے سرگرداں دیکھے کہ زندگی حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض سے بھی عبارت ہے۔ کوئی ہمارا حق غصب کئے ہوئے ہے تو ہم اپنے فرض میں تو کوتاہی نہ کریں تاکہ کسی اور کو تو اُس کا حق مل جائے۔

کیا خوب لکھا ہے بھائی جان نے کہ "ایک غلطی دوسری غلطی کے صحیح ہونے کا جواز نہیں ہو سکتی۔" ہم تو وہ غلطی نہ کریں جو کسی اور کے کرنے کا خمیازہ ہم کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اسلام سراسر سلامتی ہے، امن ہے اور ہماری عافیت آج بھی اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں ہے۔ یہ ملک جو ہمیں اسلام کے نام پہ ملا آج تک منتظر ہے کہ وہ وعدۂ فردا کیا ہوا؟

ہمارے پاس نظامِ عدل ہے، معیشت ہے، معاشرت ہے، سیاست ہے اور ان باتوں کے شعور و ادراک کے لیے حصولِ علم فرض قرار دیا گیا ہے۔ کسی اور مذہب یا تہذیب میں زندگی کے مختلف پہلوؤں اور شعبوں سے متعلق رہنمائی اس قدر صراحت کے ساتھ نہیں ملتی جو اسلام کا خاصہ ہے، تو پھر انتظار کس بات کا؟ جتنا پاکستان آپ کے حصے میں آیا اس پر تو اسلام نافذ کریں اس درجہ کا قرض تو چکا دیں اور یقین مانیں ہم سے سوال بھی اس قدر کا کیا جائے گا۔

اطلاع

ساتھیوں سے التماس ہے کہ وہ جس بھی مد (Head) میں رقم/Cheque جمع کرائیں درج ذیل اکاؤنٹ نمبروں کو استعمال کریں کیونکہ پُرانے نمبر منسوخ ہو چکے ہیں۔

MUHAMMAD AKRAM AWAN/ABDUL QADEER AWAN PERSONAL ACCNT 1507
PK13MUCB0099426881001554

MUHAMMAD AKRAM AWAN 1507
PK94MUCB0099426881001551

MUHAMMAD AKRAM AWAN 1507
PK67MUCB0099426881001552

MUHAMMAD AKRAM AWAN 1507
PK40MUCB0099426881001553

MUHAMMAD AKRAM AWAN 1507
PK83MUCB0099426881001555

MUHAMMAD AKRAM AWAN/ABDUL QADEER AWAN DARULIRFAN MASJID FUND 1507
PK15MUCB0099426881000451

THE ABOVE ACCOUNTS ARE MCB MUNARA BRANCH CODE 1507

MUHAMMAD AKRAM AWAN
PK 20 NBPA1400004114007786

ABDUL QADEER AWAN/MUHAMMAD AKRAM AWAN DARULIRFAN FUND 1400
PK 69 NBPA1400004114007777

THE ABOVE TWO ACOUNTS ARE NATIONAL BANK NOORPUR BRANCH CODE 1400

ABDULQADEER AWAN/MUHAMMAD AKRAM AWAN PERSONAL 1519
PK74UNIL0109000227053953

THE ABOVE ACCOUNT IS UBL MIANI CODE 1519

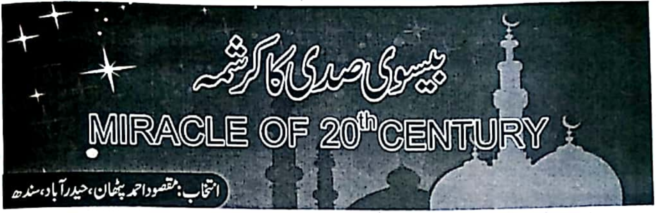

سلمان پاک بغداد سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔اب تو کوئی پانچسو گھروں کی چھوٹی سی بستی ہے۔ یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں اکثر صحابہؓ گورنر کی حیثیت سے رہ چکے ہیں۔اس کا قدیمی نام مدائن تھا جو مدتوں عراق وعجم کا دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ یہ وہی مدائن ہے جو دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا اور جب دور فاروقی میں حضرت سعد بن وقاصؓ کی فوجیں دجلہ کے دائیں کنارے پر بہر شیر پہنچیں جو دراصل مدائن کا دایاں حصہ تھا تو اس وقت دجلہ عبور کر کے مدائن پر حملہ آور ہونے کا سوال پیدا ہوا۔ معلوم ہوا کہ یزدگر کے حکم سے پل جلا دیا گیا ہے اور ایرانی محافظ کشتیوں پر سوار ہو کر مدائن فرار ہو گئے ہیں تاکہ دجلہ کا چوڑا پاٹ اور تند وتیز موجیں ایک قدرتی قلعے کا کام دیں۔ غازیان اسلام دجلہ کے کنارے آ کر مجبوراً کھڑے ہو گئے۔ مدائن کا عظیم الشان شہر اپنے تمام جاہ وجلال کے ساتھ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ یہ جس وقت وہاں پہنچے نصف شب گزر چکی تھی اور بیچ میں دجلہ کی تیز تند موجیں ان کی راہ روکے کھڑی تھیں۔ سامنے دوسرے کنارے پر نوشیرواں کا قلعہ سپید رات کے چھٹتے اندھیرے میں دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔ بادیہ نشعیان عرب نے ایسی بلند اور عظیم الشان عمارت آج سے قبل نہ دیکھی تھی۔ بڑے تردّد اور سوچ بچار کے بعد حضرت سعدؓ نے اللہ تعالیٰ کی نُصرت اور اس کی تائید پر پورا بھروسہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پھر لشکر سمیت دجلہ میں اتر گئے۔ دریا کا پاٹ غازیانِ اسلام سے کھچا کھچ بھر گیا۔ دریا میں حدِ نظر تک آدمی اور گھوڑے نظر آرہے تھے۔ پانی ان کے قدموں میں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اور وہ سب پانی میں اس طرح آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے جس طرح خشکی میں باتیں کرتے ہیں۔

دریا میں حضرت سعدؓ کے ساتھ حضرت سلمان فارسیؓ بھی تھے۔ حضرت سعدؓ نے کہا" خدا قسم اللہ اپنے دین کو یقیناً غالب کرے گا! اپنے دشمنوں کو شکست فاش دے گا بشرطیکہ لشکر سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہ ہو جائے جو نیکیوں کو ضائع کر ڈالے۔"

حضرت سلمان فارسیؓ نے جواب دیا" خدا کی قسم مسلمانوں کے لئے زمین کی طرح دریا بھی پامال کر دیئے گئے ہیں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے یہ جس طرح دریا میں اترے اسی طرح بخیر وعافیت، دریا سے پار ہونگے۔"

تمام لشکر صحیح سلامت دریا کے پار ہو گیا۔ ایرانیوں نے ایسا نظارہ کب دیکھا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے اور دیواں آمد، دیواں آمد، (دیو آگئے دیو آگئے) چلاتے ہوئے فرار ہو گئے۔ مدائن پر مسلمانوں کو تسلط حاصل ہو گیا۔

ہاں! تو مدائن کا شہر گھٹتے گھٹتے اب ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ہے، گو نوشیروان عادل کے محلات کے آثار، جس میں طاق کسریٰ شامل ہے، انہیں دیکھنے اکثر دور دراز ممالک سے سیاح آتے رہتے ہیں۔ یہاں چند قہوہ خانے بھی ہیں۔ اور ایک شاندار مقبرہ جس میں زیر گنبد حضرت سلمان فارسیؓ کا مزار ہے۔ جدید طرز کے بنے ہوئے کمروں میں علیحدہ علیحدہ حذیفہ الیمانیؓ اور جابر بن عبداللہؓ انصاری صحابہ رسول ﷺ کے

مزارات ہیں۔ دائیں طرف قدرے فاصلے پر دریائے دجلہ عجب شان سے بہہ رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے مزارات شاہ فیصل اوّل کے دور میں، ان کی دوبارہ تدفین کے بعد بنوائے گئے ہیں۔ پہلے یہ دونوں سلمان پاک سے دو فرلانگ پر، ایک غیر آباد جگہ دفن تھے۔ شاید ہی کوئی کبھی کبھار فاتحہ پڑھنے چلا جاتا ہو۔ لوگوں کو اتنا معلوم تھا کہ یہ دو صحابہ کرامؓ کے مزارات ہیں، وہاں جانے اور فاتحہ پڑھنے کو ذرا بھی اہمیت نہ دی جاتی تھی۔ اگر کسی کا بہت ہی جی چاہا تو اس نے سلمان پاک ہی سے فاتحہ خوانی کردی۔ 1930 میں ان دونوں کو پرانے مزارات سے نکال کر مقبرہ سلمان پاک میں دفن کیا گیا۔

یہ واقعہ جس کی شہادت لاکھوں افراد دے سکتے ہیں، اسلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت حزیفہ الیمانیؓ نے خواب میں ملک فیصل، شاہ عراق سے خواہش ظاہر کی کہ ہم دونوں کو اصل مقام سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے ذرا فاصلہ پر دفن کر دیا جائے، کیونکہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے مزار میں نمی آنی شروع ہوگئی ہے۔

امورِ سلطنت میں انہماک کے باعث ملک فیصل یہ خواب بالکل بھول گئے۔ دوسری شب پھر ارشاد ہوا اور اگلی صبح وہ پھر بھول گئے۔ تیسری شب، حزیفہ الیمانیؓ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں اس غرض سے ہدایت کی اور یہ بھی فرمایا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ سے برابر کہہ رہے ہیں، لیکن وہ مصروفیت کی بنا پر بھول جاتے ہیں، اب یہ تمہارا فرض ہے کہ اسے اس طرف توجہ دلاؤ۔ ان سے کہہ کر ہمیں موجودہ مزاروں سے منتقل کرنے کا فوری بندوبست کراؤ۔

مفتی اعظم نے اگلے دن صبح ہی صبح وزیر اعظم نوری السید کو فون کیا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ غرض نوری السید سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ نوری السید نے بادشاہ سے ان کی ملاقات کا فوری بندوبست کیا اور خود بھی ہمراہ گئے۔ مفتی اعظم صاحب نے اپنا خواب بیان کیا تو بادشاہ نے کہا کہ بے شک میں نے دو رات متواتر انہیں خواب میں دیکھا ہے اور ہر بار انہوں مجھے بھی حکم دیا ہے۔ میں حیران تھا کہ یہ کس قسم کا خواب ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ آپ تشریف لے آئے اب آپ بتائیں کیا کرنا چاہیے۔

مفتی اعظم نے کہا کہ وہ صاف الفاظ میں کہہ رہے ہیں ''ہم دونوں کو وہاں سے نکال کر دریا سے فاصلہ پر کہیں دفن کردو۔'' اب اس سے زیادہ واضح بات کیا ہوسکتی ہے؟

ملک فیصل نے کہا میرا خیال ہے ''کہ ہمیں بطور احتیاط پہلے اس کی تصدیق کرانی چاہیے کہ آیا دریا کا پانی اس طرف آ بھی رہا ہے کہ نہیں۔'' مفتیٔ اعظم اس پر رضا مند ہوگئے۔

عراق کے محکمہ تعمیرات عامہ کے چیف انجینئر کو شاہی فرمان جاری ہوا کہ مزارات سے دریا کے رخ 20 فٹ کے فاصلے پر بورنگ کرا کے معلوم کیا جائے کہ آیا دریا کا پانی اس طرف رس کر آرہا ہے یا نہیں اور شام تک رپورٹ پیش کردی جائے۔ تمام دن جگہ جگہ کھدائی کی گئی پانی تو درکنار بہت نیچے سے جو مٹی نکلی اس میں نمی تک نہیں تھی۔ مفتی اعظم تمام دن موجود رہے اور ساری کاروائی بذاتِ خود دیکھتے رہے۔ انہیں بڑی مایوسی ہوئی۔ شام کے وقت بادشاہ کو اطلاع دے دی گئی۔

اس رات حضرت حزیفہ الیمانیؓ نے پھر خواب میں بادشاہ کو تاکید کی کہ ہمیں ہٹاؤ اور جلدی کرو۔ دریا کا پانی ہمارے مزارات میں جمع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ بادشاہ کو چونکہ رپورٹ مل ہی چکی تھی، اس خواب کو نظر انداز کر دیا۔ اگلے روز حضرت حزیفہ الیمانیؓ مفتی اعظم کے خواب میں تشریف لائے اور سختی سے کہا ہمیں جلد سے جلد منتقل کرو۔ پانی ہے کہ ہمارے مزارات میں گھستا چلا آرہا ہے۔ مفتی اعظم صاحب صبح ہی صبح حیران پریشان قصرِ شاہی میں پہنچے اور بادشاہ کو پھر خواب سے مطلع کیا۔ بادشاہ چلا اُٹھا۔ اس نے کہا، مولانا آپ خود ہی سوچیے میں کیا کرسکتا ہوں۔ وہاں آپ تمام دن رہے اور کارکردگی بھی ساری آپ کے سامنے ہوتی رہی۔ ماہرینِ ارضیات کی رپورٹ بھی آچکی ہے کہ پانی تو درکنار وہاں نمی بھی نہیں۔ چنانچہ اب مجھے پریشان کرنے اور خود پریشان ہونے کا کیا فائدہ۔ مفتی اعظم نے کہا بے شک ساری کاروائی میرے سامنے ہوئی اور جو رپورٹ آئی وہ بھی میرے سامنے ہے۔ لیکن مجھے اور آپ کو

متواتر حکم ہو رہا ہے خواہ کچھ بھی ہو آپ مزارات کھدوا دیجئے۔
شاہ عراق نے کہا "بہت اچھا آپ فتویٰ دیجئے۔"
مفتی اعظم نے صحابہ کرامؓ کے مزارات کھولنے کا اور انہیں وہاں سے منتقل کرنے کا وہیں بیٹھے بیٹھے فتویٰ دے دیا۔ چنانچہ یہ فتویٰ اور شاہ عراق کا فرمان اخبارات میں شائع کر دیا گیا کہ بروز عید قربان بعد نماز ظہر ان صحابہ کرامؓ کے مزارات کھولے جائیں گے۔ اخبارات میں فتویٰ اور فرمان چھپنا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں جوش وخروش پھیل گیا۔ رائٹر اور دیگر خبر رساں ایجنسیوں نے یہ خبر تمام دنیا میں عام کر دی۔ حج کے موقع پر تمام دنیا کے مسلمان مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مزارات عید قربان سے کچھ روز بعد کھولے جائیں تا کہ ہم بھی شرکت کر سکیں۔ اُدھر ایران، ترکی، مصر، شام، لبنان، فلسطین، حجاز، بلغاریہ، شمالی افریقہ، روس اور ہندوستان سے شاہ عراق کے نام خطوط کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا کہ ہم جنازوں میں شرکت کرنا چاہتے ہیں براہ کرم کچھ روز کی مہلت دیجئے۔

ایک طرف تمام دنیائے اسلام کے بے حد اصرار اور دوسری طرف خوابوں میں عجلت کی تاکید۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ اگر مزارات میں واقعی پانی رس رہا ہے تو اس رسم کو ملتوی کرنے سے مزارات کو نقصان نہ پہنچ جائے چنانچہ مفتی اعظم کے مشورے سے دریا کے رخ 10 فٹ فاصلے پر احتیاطاً، ایک طویل خندق کھدوا کر سیمنٹ اور بجری سے بھروا دی گئی۔ ساتھ ہی دوسرا فرمان جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ مسلمانانِ عالم کی خواہش پر اب یہ رسم عیدِ قربان کے دس روز بعد ادا کی جائے گی۔ مدائن جیسا چھوٹا سا کم آباد قصبہ ان دس روز کے اندر ہی اندر رونق کے لحاظ سے دوسرا بغداد بن گیا۔ بستی کے تمام مہمان نواز گھر مہمانوں اور مسلمانوں سے کھچا کھچ بھر گئے۔ گلیوں، کوچوں، بازاروں میں ہجوم کی یہ کثرت تھی کہ کھوے سے کھوے چھلتا تھا۔ میدان، صحرا، اور دور تک ڈیرے خیموں سے پٹ گئے۔ جگہ جگہ سفری قہوہ خانے، ہوٹل، سرائے وغیرہ قائم ہو گئے، شاہی لنگر خانہ اس پر مستزاد تھا۔

اس موقع پر حکومت عراق نے خاص طور پر کسٹم کی تمام پابندیاں ختم کر دیں۔ پاسپورٹ کی قید بھی باقی نہ رہی۔ شاہی فرمان کے ذریعے یہ اعلان کر دیا کہ باہر سے آنے والے اپنے ملک سے محض اجازت نامہ لے آئیں۔ پھر بھی مدائن آنے والوں میں حجاز کی کثرت تھی جن کے پاس باقاعدہ پاسپورٹ تھے۔ ان کے علاوہ ترکی، مصر سے اس موقع پر خاص سرکاری وفود آئے۔ صحابہ کرامؓ کو سلامی دینے کی غرض سے ان کے ساتھ اپنے اپنے ملکوں کا سرکاری بینڈ آیا۔ مصطفیٰ کمال اور جمہوریہ ترکی کی نمائندگی ایک وزیر نے کی۔ مصری وفد میں علماء اور وزراء کے علاوہ سابق والئ مصر بھی تھے۔ جو اس وقت کے ولی عہد تھے انہوں نے رئیسِ وفد کی حیثیت سے شرکت کی۔

دونوں مزارات کے گرد، بہت گہری اور دور تک، پہلے کھدائی کرائی گئی اور ایک طرف مزارات کے گرد ڈھلان رکھ دی گئی تھی تا کہ کرین کا پھل، جو پھاوڑے کے پھل سے مشابہہ تھا، ڈھلان کی طرف سے آکر مزار کا فرش کاٹتا ہوا، جسد ہائے مبارک کو زمین پر سے اٹھالے۔ کرین کے پھل پر سٹریچر پہلے ہی کس دیا گیا تھا تا کہ جسد ہائے مبارک کو تابوت کے اندر لے جانے میں سہولت رہے۔
مدائن ایک بار پھر آباد ہو گیا۔ اس موقع پر انتہائی محتاط اندازے کے مطابق پانچ لاکھ (500,000) اشخاص نے شرکت کی جن میں ہر ملک، ہر مذہب، ہر فرقے اور ہر عقیدے کے لوگ شامل تھے۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جس کی آرزو میں لوگ جوق در جوق سلمان پاک میں جمع ہو گئے۔ دوشنبے کے دن بارہ بجے کے بعد لاکھوں نفوس کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے۔ حضرت حزیفہ الیمانیؓ کے مزار مبارک میں پانی آچکا تھا اور حضرت جابرؓ کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی؛ حالانکہ دریا دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔ سفرائے دول، عراقی پارلیمنٹ کے اراکین اور ملک فیصل بھی موجود تھے۔ پہلے حضرت حزیفہؓ کا جسد مبارک کرین کے ذریعے زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ اسٹریچر پر خود ہی آ گیا۔ اب کرین سے اسٹریچر علیحدہ کر کے ملک فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیرِ مختار جمہوریہ ترکی اور فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور بڑے احترام سے، ایک شیشے (GLASS) کے تابوت میں رکھ

دیا۔ پھر اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ کے جسدِ مبارک کو مزار سے نکالا گیا۔ جسد ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے یہ احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال قبل کے جسد مبارک ہیں۔ بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوںؓ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ان میں اتنی پراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں، لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہرتی ہی نہ تھیں، ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک جرمن ماہر چشم بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا اس کاروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے جونہی یہ دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ اس منظر سے اتنا بے اختیار ہوا کہ اس نے آگے بڑھ کر مفتی اعظم کا ہاتھ پکڑ لیا، آپ کے مذہب کی حقانیت اور ان صحابہؓ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ لائیے مفتی اعظم! ہاتھ بڑھائیے میں مسلمان ہوتا ہوں۔

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

غرض کہ جسدِ مبارک نکال کر شیشے کے بنے ہوئے تابوت میں رکھ دیئے گئے۔ اور چہروں پر سے کفن مبارک ہٹا دیا گیا۔ رونمائی کے لئے عراقی فوج نے باقاعدہ سلامی دی، توپیں فائر ہوئیں، اس کے بعد نماز جنازہ پڑھی۔ بادشاہوں اور علماء نے کندھوں پر تابوت اُٹھائے۔ اور چند قدم تک سفرائے دول سے کندھا دیا (سفرائے دول باہر سے آئے سفیر)۔ پھر اعلیٰ حکام کو یہ شرف عطا ہوا۔ اس کے بعد ہر شخص جو وہاں موجود تھا اس سعادت سے مشرف ہوا۔ اس موقع پر ایک جرمن فلمساز کمپنی نے کمال کیا بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے مشتاقانِ دیدار پر احسان کیا۔ اس نے شاہ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر عین مزارات کے اوپر، دو سوفٹ بلند فولاد کے چار کھمبوں پر کوئی 30 فٹ لمبا اور 20 فٹ چوڑا ٹیلیویژن اسکرین لگا دیا۔ پھر کھمبوں کے چاروں طرف 4 اسکرین لگا دیئے۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ ہر شخص اپنی جگہ کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر مزارات کے کھلنے سے لے کے آخری وقت تک پوری کاروائی دیکھتا رہا۔ زیارت کے جوش میں کوئی دھکم پیل نہیں ہوئی۔ اس طرح ہزاروں لوگ ہڑبونگ میں پس کر مرنے سے بچ گئے۔ مردوں عورتوں، بچوں نے نہایت اطمینان سے پورا منظر دیکھا۔ جس وقت یہ مقدس جنازے پورے احترام کے ساتھ لے جائے جا رہے تھے، ہوائی جہازوں نے غوطے لگا لگا کے سلامی دی اور ان پر پھول برسائے۔ جب مرد کندھا دے چکے تو عورتوں کو شرف دیدار سے نوازا گیا۔ عورتوں نے جگہ جگہ ان دونوںؓ کے تابوتوں پر منوں پھولوں کی بارش کی۔ اس غرض سے راستہ میں کئی بار تابوت رکوائے گئے۔ اس شان سے چار گھنٹے بعد جب تابوت مقبرہ سلمان پاک پر پہنچے تو اعلیٰ فوجی حکام نے پہلے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ اس کے بعد سفرائے دول نے پھول نچھاور کیے اور پھر اعلیٰ ہستیوں نے جنہوں نے اس مقدس جسد نور کو سب سے پہلے کرین سے اُتارا تھا پورے ادب واحترام سے اب مزارات میں رکھا۔ توپوں کی گھن گرج اور فوجی بینڈوں کی گونج اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے درمیان اسلام کے یہ دونوں زندہ شہید، سپر خاک کر دیئے گئے۔ دوسرے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی۔

اب تک بزرگوں کی زبان سے یہ سنا اور کتابوں میں پڑھا تھا کہ فلاں بزرگ نے ایسا وعظ کیا کہ بے شمار کافر مسلمان ہو گئے۔ فلاں بزرگ نے مناظرہ میں ایسا سماں باندھا کہ بے شمار نصرانی، یہودی دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ لیکن ہم نے اپنی ان گنہگار آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس واقعے کے فوراً بعد بغداد میں عجیب کھلبلی مچ گئی۔ بے شمار یہودی، نصرانی خاندان کسی چیز کے بغیر اپنے جہل، گمراہی پر افسردہ، اپنے گناہوں پر نادم، ترساں ولرزاں جوق در جوق مسجدوں میں قبول اسلام کے لئے آتے اور مطمئن وشاداں واپس چلے جاتے۔ اس موقع پر مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد اتنی تھی کہ ان کا اندازہ لگانا سہل نہیں۔

(بشکریہ اردو ڈائجسٹ 1984، سنت نبوی اور جدید سائنس۔)

۞۞۞

مسائی جمیلہ

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب کا دورہ برطانیہ 2016ء

ضمیر اعوان، برطانیہ

یہ کیسا حسن ہے جو منظر میں سمایا ہے
یہ کس کی خوشبو ہے جس نے بزم کو مہکایا ہے
تیری ظلمت کو مٹانے کے لیے اے مسلم
اک حامل نورِ مصطفیٰ ہے جو آیا ہے

الحمدللہ رب العالمین

اللہ کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور ہمیں اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی۔

رات چاہے کتنی ہی تاریک ہو طلوع آفتاب کی پہلی کرن زمین کو رات کی تاریکی کے رخصت ہونے کی نوید سناتی ہے اور اسکی تمازت سے ہر ذرہ زمین نہ صرف روشن ہو جاتا ہے بلکہ ہر سو زندگی کی چہل پہل ہو جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی وجود اللہ کے مقرب بندوں کا ہے جن کے وجود سے برکات نبوت ﷺ اس طرح پھوٹتی ہیں کہ صرف ایک نگاہ میں ظاہر و باطن سے ظلمت کے تاریک سیاہ بادل چھٹ جاتے ہیں اور وہ مردہ قلوب کو اللہ کے نام سے حیات آفرین کر دیتے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے سالکین پر اللہ کریم کا خصوصی احسان ہے کہ ہمیں شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی ذاتِ پرنور میں ایسی ہستی سے وابستہ کر دیا کہ آپ کے سینہ انور سے انوارِ نبوت ﷺ کے وہ چشمے بہتے ہیں جن سے ایک عالم نہ صرف پاکستان میں، بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں خصوصاً برطانیہ، یورپ، کینیڈا اور امریکہ میں سیراب ہو رہے ہیں۔

آپ مدظلہ العالی اپنی ایک آرزو کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں،

بنا دوں میں مسلم کو دیوانہ تیرا
محبت تری رقصِ بسمل سکھا دے
پھر انساں سکوں آشنا ہو دہر میں
یوں وہ خالق سے اس کا رشتہ بنا دے

یہی وہ آرزو تھی کہ آپ مدظلہ العالی ہر سال برطانیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ 1995 میں حضرت جی مدظلہ العالی نے برطانیہ کا آخری دورہ فرمایا۔ اللہ کریم کے فضل سے 2011ء میں محترم ناظم اعلیٰ و قائم مقام شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان مدظلہ العالی کے دورے سے یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ آپ ہر سال برطانیہ تشریف لا رہے ہیں اور یہاں مقیم مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانی کمیونٹی کی بیش قیمت دینی اور روحانی رہنمائی فرما رہے ہیں۔

محترم صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان مدظلہ العالی کے ویسٹ (West) کے یہ دورے ایسے دورِ ظلمت میں جہاں، انسانی اور اخلاقی اقدار تیزی سے دم توڑ رہی ہیں، اللہ رب العزت کا احسان ہے اور مشائخ کی انتہائی شفقت اور شیخ المکرم مدظلہ العالی کی خاص عنایت ہے۔ آپ مدظلہ عالی کے ان دوروں سے جہاں سالکین کی روحانی تربیت ہو رہی ہے وہاں سلسلہ عالیہ کے انتظامی امور کو بھی بے انتہا تقویت ملی ہے۔ جس کی مثال ہونے والے تمام پروگراموں میں لوگوں کی تعداد پچھلے سال سے زیادہ ہوتی ہے جس میں سلسلہ عالیہ کے سالکین کے علاوہ نئے احباب کی ایک کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔

پورے برطانیہ میں پروگرام ترتیب دیئے جا چکے تھے اب انتظار تھا تو آپ کی آمد کا۔ مورخہ 21 اپریل 2016 بروز جمعرات محترم صاحبزادہ صاحب کی برمنگھم آمد سے یہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ برطانیہ کے لئے صاحب مجاز محترم ضمیر اعوان اور مختلف شہروں سے آئے

ہوئے ساتھیوں نے محترم مہمان کو ایئرپورٹ پر خوش آمدید کہا۔

ان 18 دنوں پر مشتمل اس خوبصورت دورے کا باقاعدہ آغاز اسی شام دارالعرفان برمنگھم میں مغرب کے ذکر سے ہوا۔ دوسرے دن یعنی 22 اپریل کو محترم صاحبزادہ صاحب کا جمعۃ المبارک کا بیان برمنگھم کی ایک مقامی مسجد اور قرآن اکیڈمی کی انتظامیہ کی دعوت پر ترتیب دیا گیا تھا۔ اس مسجد میں دارالعرفان برمنگھم بننے سے پہلے، ذکر کی ہفتہ وار اور ماہانہ محافل کا اہتمام ہوتا تھا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے نماز کے بعد مسجد کی توسیع کے کام کا افتتاح بھی فرمایا۔ اسی شام آپ برمنگھم کی ایک معروف سماجی اور کاروباری شخصیت، میاں مقصود صاحب کی دعوت پر اُن کی رہائش گاہ تشریف لے گئے یہاں شہر کے تاجروں اور صحافی حضرات کی محترم بھائی جان سے ملاقات کا انتظام کیا گیا تھا۔ آپ نے ضرورتِ ذکر کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

23 اپریل بعد نمازِ ظہر محترم ضمیر اعوان صاحب نے دارالعرفان برمنگھم میں وی آئی پی کانفرنس کا اہتمام کیا ہوا تھا جس میں پچھلے سال کی طرح، علماء، سیاسی، سماجی اور ممتاز شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں خصوصی طور پر برمنگھم کے ایم پی خالد محمود، اور برمنگھم سٹی کے لارڈ میئر، مختلف وارڈز کے کونسلرز، مقامی علماء اور شاعروں کی ایک مجلس نے شرکت کی۔ آپ مدظلہ عالی نے شیخ المکرم کا اور سلسلہ عالیہ کا بھرپور تعارف پیش کیا اور تزکیہ نفس کی اہمیت پر ارشادات فرمائے۔ آخر میں ذکر کے بعد شرکاء کے لئے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اسی شام دارالعرفان برمنگھم میں ینگسٹر کا پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔

24 اپریل کو برطانیہ کا سالانہ پروگرام دارالعرفان برمنگھم میں رکھا گیا تھا۔ پروگرام سے پہلے صاحبزادہ صاحب نے امراء سے خصوصی ملاقات فرمائی اور ہدایات جاری کیں، اس پروگرام میں پورے برطانیہ سے مردوں اور خواتین کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مقامی ساتھیوں کے علاوہ ملک بھر کے مختلف شہروں سے نئے اور پرانے ساتھی اس پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ احباب نے تلاوت قرآن پاک، نعت/کلام شیخ اور تعارف شیخ پیش کیا۔ اس پروگرام کی میڈیا کوریج جیو ٹی وی نے کی۔ ذکر کے بعد شرکاء کے لئے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ آخر میں بھائی جان نے سالکین کو انفرادی وقت بھی دیا۔

25 اپریل، دارالعرفان برمنگھم میں خواتین کے اجتماع سے خطاب فرمایا اور اسی شام مغرب کا ذکر بھی کروایا جس میں مقامی ساتھیوں کے علاوہ قریبی شہروں سے بھی ساتھیوں نے شرکت کی۔ 26 اپریل، اولڈہیم (Oldham) کے لارڈ میئر عتیق الرحمٰن کی دعوت پر میئر کے آفس، ظہرانے پر تشریف لے گئے۔ دوپہر کو اولڈہیم میں محترم صاحبزادہ صاحب کا استقبال مقامی ساتھیوں نے مسجد میں کیا، جہاں پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ اسی دن شام میں محترم بھائی جان ہڈرزفیلڈ (Huddersfield) تشریف لے گئے۔ پروگرام کا اہتمام ایک ساتھی کے گھر میں کیا گیا تھا۔ 27 اپریل، محترم بھائی جان شیفیلڈ (Sheffield) تشریف لے گئے جہاں انکا استقبال وہاں کے امیر محترم یوسف خان نے کیا۔ ساتھیوں سے ملاقات کا انتظام انکے گھر پر کیا گیا تھا جہاں آپ نے نئے ساتھیوں کے سوالات کے جواب عطا فرمائے اور انفرادی وقت بھی دیا۔ ایک پروگرام مقامی مسجد میں بھی کیا گیا جہاں مقامی اور قریبی شہروں کے ساتھیوں کے علاوہ کافی نئے لوگوں اور مقامی علماء نے شرکت کی۔

28 اپریل کو محترم بھائی جان ڈیوزبری (Dewsbury) تشریف لے گئے جہاں آپ نے علماء کے علاوہ خواتین و مرد حضرات سے خطاب فرمایا۔ اسی دن شام آپ دار العرفان بریڈفورڈ (Bradford) تشریف لے آئے جہاں آپ نے مغرب کا ذکر کروایا اور ساتھیوں کو انفرادی وقت دیا۔ 29 اپریل، آپ نے دار العرفان بریڈفورڈ میں جمعہ کا خطاب فرمایا اور ذکر کے بعد ساتھیوں سے گفتگو فرمائی۔ اسی شام دارالعرفان میں Missing Link کے موضوع پر خصوصی نشست سے گفتگو فرمائی۔

30 اپریل، پروگرام کا اہتمام مانچسٹر (Manchester) میں ایک مقامی مسجد میں کیا گیا تھا۔ جہاں مقامی لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے

شرکت فرمائی۔ آخر میں محترم مہمان نے نئے ساتھیوں کے سوالات کے جوابات عطا فرمائے اور انفرادی وقت بھی دیا۔ اسی شام محترم بھائی جان Scotland تشریف لے گئے۔ یکم مئی کو گلاسگو (Glasgow) کے ایک ہوٹل میں پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ تلاوت قرآن اور کلام شیخ کے بعد سکاٹ لینڈ کے ممتاز عالم دین مولانا منظور الزماں نے شیخ المکرم کا تعارف پیش کیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے خطاب کے بعد حاضرین کو خصوصی وقت بھی دیا۔ 2 مئی اعوان کونسل آف سکاٹ لینڈ نے صاحبزادہ صاحب کے اعزاز میں ظہرانے کا اہتمام کیا جہاں آپ نے سلسلہ عالیہ اور شیخ المکرم کا بھرپور تعارف پیش فرمایا۔ اس پروگرام کی میڈیا کوریج دنیا نیوز نے کی۔

6 مئی کو محترم صاحبزادہ صاحب کا جمعۃ المبارک کا بیان لیوٹن (Luton) میں پروفیسر مسعود اختر ہزاروی صاحب کی دعوت پر ان کی مسجد میں ترتیب دیا گیا تھا۔ 7 مئی، لندن کا مرکزی پروگرام ایسٹ لندن (London) کے ایک ہال میں ترتیب دیا گیا تھا۔ جس میں مقامی اور دوسرے شہروں سے آئے ہوئے ساتھیوں کے علاوہ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے بھی شرکت کی۔ اس پرگرام کی میڈیا کوریج جیو نیوز نے کی۔ محترم ناظم اعلیٰ صاحب کے امریکہ روانگی سے پہلے آخری پروگرام 8 مئی کو کراولی (Crawley) میں رکھا گیا تھا۔ ساتھیوں سے ملاقات کا انتظام گھر پر ہی کیا گیا تھا جہاں آپ نے نئے ساتھیوں کے سوالات کے جواب عطا فرمائے اور انفرادی وقت بھی دیا۔ جبکہ پروگرام ایک مقامی مسجد میں کیا گیا تھا۔

امریکہ سے واپسی پر محترم صاحبزادہ صاحب 15 جون ایم پی خالد محمود کی دعوت پر پارلیمنٹ ہاؤس تشریف لے گئے جہاں آپ نے پارلیمنٹ کے اجلاس کا ملاحظہ فرمایا۔ اس دورہ کا آخری پروگرام ویسٹ لندن میں 17 جون کو Harrow Central Mosque میں رکھا گیا تھا۔ جہاں محترم مہمان نے 3000 سامعین سے جمعۃ المبارک کے موقع پر بیان فرمایا۔ آپ مدظلہ عالی نے ویسٹ میں مقیم مسلم کمیونٹی کو درپیش مسائل خصوصاً بچوں کی تربیت کے حوالے سے قرآن و حدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائی۔ آپ نے ضرورت شیخ پر بہت زور دیا، آپ نے فرمایا شیخ کے ساتھ تعلق انتہائی خلوص پر مبنی ہے جس میں اپنی سوچ تک کی بھی احتیاط کرنا پڑتی ہے۔ چونکہ شیخ کی حیثیت روحانی والد کی ہے اور شیخ کے ہی سبب کیفیات نبوت ﷺ نصیب ہوتی ہیں۔

آپ نے law of land پر عمل کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا ہم لوگ جو یہاں دیار غیر میں رہتے ہیں ہم پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، بحیثیت مسلمان اور بحیثیت پاکستانی۔ ہمارا کردار اتنا خوبصورت اور مضبوط ہونا چاہیے کہ دوسرے دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

آخر میں موجود لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کے بیان اور رہنمائی کو اس دور کی اشد ضرورت قرار دیا۔

آپ نے جمعہ کے بعد تمام امراء سے محترم نجم العدالت کے گھر ملاقات فرمائی، جہاں آپ نے امراء کی ذمہ داریوں اور نظم وضبط کے حوالے سے ہدایات جاری فرمائیں۔

یہ پروگرام محترم مہمان کا اس سال کے مصروف ترین شیڈول کا یوکے میں آخری پروگرام تھا۔ اس سارے سفر میں مشائخ کی توجہ کا ایک عجیب ہی عالم تھا، بارہا ساتھیوں کو کہتے سنا کہ ذکر میں کیفیات کا سمندر امنڈ آتا ہے۔ محترم بھائی جان شیخ المکرم مدظلہ العالی کو روزانہ اجتماعات اور پروگراموں کے متعلق آگاہ فرماتے۔ محترم بھائی جان 18 جون 2016 کو یوکے کا دورہ مکمل فرمانے کے بعد پاکستان روانہ ہوگئے۔

؎ جانے سے ترے ختم ہوا جشن بہاراں

محترم صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان مدظلہ عالی نے ناسازیٔ صحت کے باوجود نہ صرف تمام پروگرامز میں شرکت فرمائی، بیان فرمایا بلکہ پروگرامز کے آخر میں حاضرین کی تشفی تک انفرادی وقت بھی دیا۔ آپ جہاں ساتھیوں کی روحانی تربیت فرما رہے تھے وہاں آپ مسلسل انتظامی امور میں بھی رہنمائی فرما رہے تھے۔ اللہ کریم شیخ المکرم اور بھائی جان کے درجات بلند فرمائیں، اجر عظیم عطا فرمائیں، ہمیں شیخ المکرم کے ساتھ حق پر استقامت عطا فرمائیں اور غزوۃ الہند میں آپ کی معیت میں شمولیت عطا فرمائیں، آمین۔

پیٹ کے کیڑوں کے لیے:

انار کی چھال 50 گرام کو 200ml پانی میں جوش دیں جب پانی نصف رہ جائے تو چھان کر اس کی چار خوراک بنالیں۔ ہر ایک گھنٹہ بعد ایک خوراک دیں۔ جب چار خوراک دے دیں تو دو تولہ کڑائیں دیں۔ آنتوں اور پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرتا ہے۔

حب انار:

چھلکا انار ترش 5 تولہ، مازو سبز 5 تولہ، ان کو باریک پیس کر سرکہ انگوری آدھا لیٹر میں جوش دیں جب سرکہ خشک ہو جائے تو دانہ نخود کے برابر گولیاں بنائیں۔ صبح دوپہر شام 2+2+2 استعمال کریں۔

پرانے دستوں اور آنتوں کے زخموں کے لیے مفید ہے۔

منجن انار:

چھلکا انار، پھول انار، ہلدی، سفید پھٹکڑی برابر ہم وزن باریک پیس کر منجن بنائیں دانتوں پر انگلی یا برش سے ملیں۔ دانتوں کو سفید و مضبوط کرتا ہے اور دردِ دانت کے لیے مفید ہے، دانتوں پر موجود داغ اور پیلاہٹ کو ختم کرتا ہے۔

چورن ہاضم:

انار دانہ ترش 4 تولہ، 8 ماشہ سنڈھ، 7 ماشہ زیرہ سفید، 7 ماشہ تربد سفید، زیرہ سیاہ، چھلکا بہیڑہ، چھلکا ہڑ زرد، تنتریک ہر ایک 20 ماشہ، نمک لاہوری 4 تولہ 2 ماشہ، ان سب کو باریک پیس لیں۔ نظام ہضم کی اصلاح کرتا ہے۔ متلی اور قے میں مفید ہے۔ بھوک لگاتا ہے۔ غذا کو جلد ہضم کرتا ہے۔

شربت انار:

انار کا جوس 1/2 لیٹر لیں اس میں ڈیڑھ کلو گرام چینی شامل کریں اور آگ پر پکائیں۔ جب گاڑھا ہو جائے تو نیچے اتار کر خشک بوتل میں محفوظ کر لیں۔ 5 تولہ شربت پانی میں حل کر کے استعمال کریں۔ دل کو تقویت دیتا ہے، گھبراہٹ کے لیے مفید ہے، معدہ کی جلن کو ختم کرتا ہے، پیاس کی شدت اور جگر کی گرمی کو ختم کرتا ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ : کثرت سے حج اور عمرہ کرنے والا غریب اور محتاج نہ رہے گا۔
ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

زیارت حرمین شریفین اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں

احباب سلسلہ کیلئے اسپیشل ڈسکاؤنٹ اور بہترین سروس کیساتھ۔

ساتھیوں کو گروپ کی شکل میں بھی بھیجا جا سکتا ہے
ایڈوانس رابطہ کیجئے۔

سستے ترین عمرہ پیکیج

اکانومی
بجٹ اکانومی پلس سٹارز ہوٹلز
پیکیجز دستیاب ہیں

اور تمام ائرلائنز کی ٹکٹیں ایڈوانس بکنگ کیساتھ فوری دستیاب ہیں
نیز سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے
ورک ویزوں کے پراسس کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

العروج انٹرنیشنل ٹریولز
IATA PIA Come Fly With Us & PSA
GOVT LIC 2223
اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
لائسنس نمبر LHR-1559

اکال والا روڈ عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ
0334-6289958
0334-0694165
046-2511559
046-2512559
WhatsApp: 0334-6289958
Email:alarooj@hotmail.com

shoulders!That was the time when the Prophet (SAWS) was on the noble shoulders of Hazrat Abu Bakar (RAU) while it was Hazrat Abu Bakar's (RAU) feet that were on the ground. In other words the entire light (Noor) and the attention of the Prophet (SAWS) was focused on one person and the rest of the universe was connected through his (RAU) feet.For three nights, in the cave of Thaur, it was just the two of them; so imagine when Hazrat Abu Bakar (RAU) received the Prophet's (SAWS) exclusive attention, in the cave for three nights. What would be his (RAU) level of excellence?

The annunciation of the Prophet (SAWS) is for all times to come therefore the Book revealed unto him (SAWS) is guaranteed protection by Allah (SWT) Himself. It is stated in the Quran: "*Verily, we have revealed this Book of guidance and we are responsible for its protection" (Al Hijr:9)* Today, fourteen and a half centuries have gone by and nobody could alter any word or a letter from the original text. The non-believers have left no stone unturned in their efforts of altering Quran. They have printed new books with minor changes in words and letters but all their efforts have remained futile and will always be futile.

We have the same Quran which was revealed upon our Prophet (SAWS) and the first ones to hear from him (SWAS) were the noble Companions (RAU). This Book was interpreted by the Prophet (SAWS) himself to the noble Companions (RAU) and accordingly Islam is the beacon of light in this Book. The Prophet (SAWS)'s Noble bosom was illuminated with Light and Refulgance of his (SAWS) own which was transferred into their (RAU) bosoms and it was therefore natural that their (RAU) bosoms and subtle hearts opened up to Islam. Has this Blessing terminated after the era of the noble Companions?

The annunciation of the Prophet (SAWS) is till the end of time and for the entire

Hence this annunciation of Prophethood (بعثت) has been protected by Allah (SWT) Himself. The explanation as done by the Prophet (SAWS), known as Hadith, is also under Allah's (SWT) protection. The Book being protected by Allah (SWT) ensures that not only its alphabets will be protected but also the text will remain safe as well as the interpretation and explanation of the text given by the Prophet (SAWS) will also remain preserved. Moreover, the divine protection of the Book also covers the people who will believe in it and practice it. When all these aspects are covered then only it will have real protection! If a treasure is kept safe somewhere and nobody knows about it; can we say it is protected? For the Book to be unsafe it is enough that nobody knows about it.Hence Allah's (SWT) protection of Quran is promising to cover many aspects; it is offering protection to the words and meanings of Quran as well as to the people who will learn it, understand it and act according to it across the globe. The promise of protection will only then be fulfilled. What is all this? These are the Barakaat, the auspiciousness of our blessed Prophet (SAWS). Thus, this treasure of Barakaat will also be protected till the end of time. These Barakaat of the Prophet (SAWS) are like lifeline for the universe. When these will be curtailed and taken back, the world will come to an end. The skies will be torn apart,every thing will perish and nothing will survive.

Now, this has been established and is certain that all the Teachings and Barakaat of the Prophet (SAWS) will be protected and preserved by Allah (SWT) Himself till the end of time. We will have to see as to what I, you and everyone will give as his own answer. I, as your Sheikh has to be answerable for all of you, so we must see what explanation we will give.

Continued....

Companionship though, stems from "company" when we come to its basic definition, but in terms of Shariah it is a very exalted office, a great status. It is of such a excellence whereby every companion (RAU) is far superior to any non-companion in terms of honesty, trustworthiness, veracity, sincerity, truthfulness and loyalty. In other words, all the virtues which a human being can possess can be found in a Companion (RAU) to the level of such excellence, a level that cannot be present in a non-companion. The level of excellence in the virtues of a Companion (RAU) is extremely exalted.

We respect saintly people from our hearts. Usually it is our opinion, about someone, that he is a saint (Wali Allah) while there is no divine certification of his sainthood. We take someone as a saint by considering his piety, character and beliefs and we respect him. If the entire population of the world is to become true saints and their sainthood is put together in the form of a tall column, where it would end, the dust beneath the feet qf Taba-tabaeen would still be faraway, beyond their reach. Then the Tabaeens are above the Taba- Tabaeens and where the status of Tabaeens finish that of Companions (RAU) begin.

We feel that a noble saint (Wali Allah) has a heart full of light and purity and has a firm faith in Allah (SWT). We must realize that the entire piety, righteousness, worship, remembrance of Allah (Zikr) and spiritual attainments of a saint (Wali Allah) cannot even reach the dust beneath the feet of Taba-Tabaeen. The excellence of Taba- Tabaeen (RUA) in turn ends beneath the feet of the excellence of Tabaeem (RUA). Where the excellence of Tabaeen (RUA) ends the excellence of the Comapnionship starts and the excellence of Companionship ends where the excellence of Prophethood begins.

The Noble Companions (RAU) are those fortunate people who were led by the Prophet (SAWS). How long, do we think, it took them to acquire the exalted status of a Companion(RAU)? In this world we observe that a person who wants to learn some book from a teacher, he takes some time even if the teacher is highly competent and the student is extra intelligent. It takes,for instance, sixteen to eighteen years of academic studies for a child to get his masters degree. Thus a major portion of one's life is spent in acquiring an education. What about those, whose greatness and excellence is such that no scholar or saint can claim to get even closer, in spite of his own educational excellence or spiritual exaltation! How long did it take to attain this excellence of Companionship? It was a single glance from the Prophet (SAWS) which transformed them into Companions (RAU) and made them attain the highest stations, of excellence. What would then be the excellence of those who spent their entire lives, in His (SAWS) presence, serving Him (SAWS).

When the virtues of Hazrat Abu Bakar (RAU) are listed, the top most virtue is, of his (RAU) being alone with the Prophet (SAWS), while on the journey (migration) to Madinah. There was no third person with them, during this journey. The Noble Prophet (SAWS), who had been dissipating light (Noor) since the creation of mankind till his (SAWS) annunciation (بعثت), indirectly, and is to spread this light, directly, from his (SAWS) annunciation till the end of time, was showering all his (SAWS) attention, on one person. What would have been then Hazrat Abu Bakar's (RAU) condition?

While travelling to Madinah, for migration, there came a moment when the Prophet's (SAWS) Noble feet were hurt and he (SAWS), found it difficult to walk. Hazrat Abu Bakar (RAU) then carried Him (SAWS), on his shoulders. A poet rightfully writes that it is indeed very bewildering to think, that how could a person be blessed with such a strength by Allah (SWT), that he (RAU) could carry the weight of Prophethood on his

EXPANSION OF BOSOMS/HEARTS

(Part-I)

Translated Speech of
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

8 Feb 2015

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ
قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ
كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ
جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ
يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ٥ (Surah Zumar: 22,23)

"Is the one, whose heart Allah has opened to Islam and he has received a special Light form his Provider; Woe be unto those whose hearts have hardened against Allah's Remembrance (Zikr). Such (people) are in plain error. Allah has revealed the most beautiful Message in the form of a Book, consistent with itself yet repeating (its teachings, in various aspects) whereat the flesh of those who fear their Lord creep; then their flesh and their hearts do soften for the Remembrance of Allah(Zikr) . Such is the guidance of Allah; He guides therewith Whom He pleases, but such whom Allah leaves to stray, for him there is no guide."

This ayah tells us a beautiful fact about Islam. It is about the opening up of a believer's heart for Islam. Opening up of the heart refers to a condition when something gets embedded in it; and when something sinks in the heart, it is absorbed in the heart. Then no one ever questions it, nor are any objections raised over it.

The Prophets (AS) of Allah (SWT) and the Last Messenger (SAWS) enjoy this exalted status; that when they say something it must be accepted without any hesitation and without any questioning.

Human temperament is such that when a person is told about something, he wants to evaluate it from many aspects. He wants to check that what he is being told is true or false; whether it will be beneficial or harmful for him. However, when something is told by the Prophet (SAWS) then for the believer, there is no room for any evaluation or questioning. This is the proof of faith and also the fruit of faith. On the other hand, a non-believer always has objections and questions over the Prophet's (SAWS) message.

Why does a believer accept the Prophet's (SAWS) message without any hesitation? The answer is that Allah (SWT) opens his heart for Islam. The words that were uttered by the Noble tongue went directly to the depth of the listener's heart. So in other words, being associated with the Prophet (SAWS) means that the hearts, the bossoms open up (for Islam). The Noble Personage of the Prophet (SAWS) was so auspicious, blessed and illuminated that anyone who accepted Islam by pronouncing the credal statement of KalmiaTayyaba and then laid his or her eyes on the Noble Personage of the Prophet (SAWS), or the noble gaze of the Prophet (SAWS) fell upon him or her, became a Companion (Sahabi).

Prophets. The difference is that there is no intermediary between Him and the Prophets, while a *wali* must have the Prophet as an intermediary and only by following him, in letter and spirit, will he receive Divine beneficence through him. Such men are born after centuries. Just as the Prophets are numerous but the exalted ones are very few; these souls are indeed rare and it is they who hold the exalted offices among the *aulia* such as *Ghauth*, *Qayyum*, *Fard*, *Qutb-e Wahdat*; though the degree of their beneficence and *Tawajjuh* varies according to their rank. A single *Tawajjuh* of a *Qayyum* is equal to a hundred of a *Ghauth* and so on. *Qayyum*, *Fard* and *Qutb-e Wahdat* have actually been the offices of exalted Prophets and among the *aulia* the position of these offices is like that of Prophet Muhammad-(SAWS), Ibrahim-A.S. and Musa-A.S. among the prophets.

In these extremely high stages of the Path, the highest office is *Siddiq*, followed by *Qutb-e Wahdat*, *Fard*, *Qayyum* and *Ghauth*. There have been numerous Companions who held these offices but, after them few could attain this status. But it must not be mistaken even for a moment that despite a common denomination (i.e. the offices bearing the same title), no one can emulate the Companions, because their excellence is undisputed and proved from the categorical *Qurãnic* injunctions.

***Qutb-e Wahdat* has three distinct characteristics**

- The *Lataif* of anyone who keeps his continuous company over a period, are automatically illuminated without *ilqa* and he also embarks upon the stages of the Path.
- If such a disciple of a *Qutb-e Wahdat* imparts spiritual training to someone else even without formal permission, it will result in the illumination of the latter's *Lataif*. In fact anyone whose *Lataif* have been illuminated as a result of his association with a *Qutb-e Wahdat* can dispensate spiritual beneficence of some degree.
- *Qutb-e Wahdat* can dispensate spiritual beneficence to his disciples by *Tawajjuh* in absentia, enabling them to negotiate the stages of the Path. This, however, is neither permitted nor resorted to in the case of a beginner.

Such is the state of closeness between a *Siddiq* and a Prophet, that where *Siddiqiyat* ends, Prophethood begins. This point is illustrated by the *Qurãn* in the following verses:

> *Whoever obeys ALLAH and the Messenger they are with those to whom ALLAH has shown favor of the Prophets and Siddiq.* (4: 69)
>
> *And make mention (O Muhammad SAWS) in the scripture, of Ibrahim-A.S; Lo! he was a Siddiq, a Prophet.* (19: 41)

There is no office higher than *Siddiqiyat* among the *aulia*. Beyond this are the stages of the Prophethood to which a *wali* may have temporal access, like that of an ordinary servant to the royal palace.

We have indicated the reality, the glad tidings, and the secrets which benefit only those who believe in them. And he, who has faith in Divine Power and Wisdom, will be able to do so.

- They glorify (Him) night and day; they flag not (21:20)
- The ultimate goal is God Almighty. The lover of the world, truly is an infidel

According to Mujaddid Alif Thani;
"Tasawwaf is the science of spiritual feelings and stages, which cannot be literally represented in overt literature or explained by word of mouth"

there is a vast difference between *Salik al-Majzub* (The Seeker of Absorption) and *Majzub Salik*. The former is a strict follower of *Shari'ah* and the latter is not, because his intellect has been damaged due to over exposure to Divine Refulgence as a result of inept handling by his guide. He is like a blind man or a man blindfolded, who if put in a car and driven from point A to point B, will not be able to describe the landmarks en-route. He cannot, therefore, benefit anybody. On the other hand, the former has gone through the stages of the Path and is well versed with its details. These stages are indeed sublime but the ignorant masses mistake every insane for a *Majzub* (rapt seeker) and consider him an accomplished *wali*. The reason is that sometimes a *Majzub* displays strange acts which even a disturbed person may also perform because he has a certain degree of concentration as corroborated by *Sharah al-Asbab* (Exposition of the Means). Care must be exercised about such characters. They should neither be condemned nor exalted to the status of *aulia* in accordance with the principle enunciated by the *Qurãn*:

(O man) follow not whereof you have no knowledge. (17:36)

Therefore, in all such cases a neutral attitude will be in total accord with the Book. However, should a saint with inner illumination identify him as a rogue, he should be taken as such and not an accomplished *wali* to the insult of *Shari'ah*.

Beyond this are the transcendental stages of the Path. Though in other *Sûfi* Orders, *Salik al-Majzubi* is taken as the highest stage; in ours, the *Naqshbandiah Owaisiah* Order, it is considered as the beginning. Indeed the final limit of *Wilayah-e Sughra* is *Maqam-e Taslim* (the Station of Submission). Beyond this is *Wilayah-e Kubra*. Suffice it to say that, ALLAH willing, a seeker can be ushered through the stages of *Wilayah-e Sughra* to the farthest limit which being in the Realm of Eternity or the Realm of Wonder, naturally takes time. As for the climax of *Wilayah-e Kubra*, its knowledge has not been confided to any *wali* nor can anyone acquire it.

Qualifications for the Stages of *Wilayah-e Sughra*

There are five conditions for covering the stages of *Wilayah-e Sughra*:

- ❖ The Sheikh should not only be an accomplished one but also endowed with Divine authority under whose *Tawajjuh* the seeker should embark on the spiritual pilgrimage. Constant company of the Sheikh for a considerably long period is essential; occasional attention and company are of little help.
- ❖ A contact with the spirit of an accomplished saint should be established. This, however, is beyond the ability of a beginner and is possible only after the preliminary stages of the Path. The method is to go to the tomb of an accomplished Sheikh, establish spiritual contact and receive his beneficence. This also requires considerable time and effort as in the case of spiritual benefit from a living saint.
- ❖ To obtain beneficence by establishing a spiritual contact with an accomplished Sheikh without going to his tomb.

Note: Beneficence here means spiritual growth which can only be dispensed by the *aulia*, and not by the ignoramus who circumambulate and prostrate at the shrines, or seek help from saints (in absentia) believing that they have powers to deliver mankind from sufferings.

- ❖ The Sheikh should have a very charismatic personality and should be so thoroughly enriched with Divine lights as to attract and carry along the spirit of a seeker and ensure his spiritual upbringing through *Tawajjuh*, in absentia.
- ❖ A link should be established between the seeker and ALLAH Almighty for direct beneficence, as in the case of the

STAGES OF THE PATH

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

Continued....

Chapter-VIII

Question: If the negligence of the heart during sleep is not conceded to, an equation with the Creator is established, because 'Neither sleep nor slumber overtakes *Him*' is only *His* Attribute.

Answer: It is proved from the *Qurān* that sleep does not overtake the angels[1] nor does it affect the Devil. (***Ahya ul-Ulûm*** by Imam Ghazali, vol: III, p: 21)

This indeed is one of the negative attributes in which there can be no equality. Eyes are a creation and it is absurd to draw comparisons between the created and the Creator.

The Reality of Meditations

The meaning and the reality of the meditation, ***Ahadiyyat*** (Divine Unity) is that creation has nothing in comparison to *Him*. *To Him belongs everything high or low: None but He is the Everlasting.*

In the meditation termed as *Ma'iyyat* (companionship), the seeker should contemplate Omnipresence and Omniscience of ALLAH on *His* Own account. This should not be mere belief but he should let his heart be over-awed by *His* Majesty.

During the meditation termed as *Aqrabiyyat* (extreme nearness), the seeker should contemplate that He is the Nearest being Omni-present, but Distant by way of perception.

The Triple Circles

In these meditations, the seeker practices driving away all non-Divine love from his driving away all non-Divine love from his heart; for ALLAH does not tolerate any partner in the voluntary love (as distinct from ingrained involuntary love, as of a father for his son) because it amounts to infidelity in love.[2]

The Stroll of the Ka'bah

Care is exercised in this meditation that a seeker should not think he is meditating the stone masonry of the Ka'bah but its reality, which is something else. The Ka'bah is a representation of the transcendent secrets of Divinity, beyond one's imagination. The refulgence of the Being, peculiar to the Ka'bah, ceaselessly descends on it. Hence the actual status of the Ka'bah, apparently a stone masonry in the world of creation, is a transcendental mystery beyond the reach of human intellect. It is an object which can be touched, has a definite location, a pattern but its reality defies the bounds of feeling, place and pattern. Such is the grandeur of the Ka'bah and such is its reality.

As this meditation sustains and the seeker acquires a certain capacity, he is put through the meditation of Bait al-Izzah and Bait al-M'amur (the Ka'bah of the angels on the first and seventh heavens respectively) and he can see for himself the Divine Refulgence from the Ka'bah right up to the empyrean. ***(Tafsir-e Mazhari****, vol: II, p: 101)*

The Stages of *Salik al-Majzubi*

Thereafter, the seeker is put through the meditation *Fana-o-Baqa* and then taken on to the stages of *Salik al-Majzubi*. Mark that

MONTHLY
Al-Murshid

October 2016
Muharram-ul-Haram 1438h

الله رسول محمد

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ

No action of any man is greater than the zikr of Allah for his salvation against the torment of the greve.

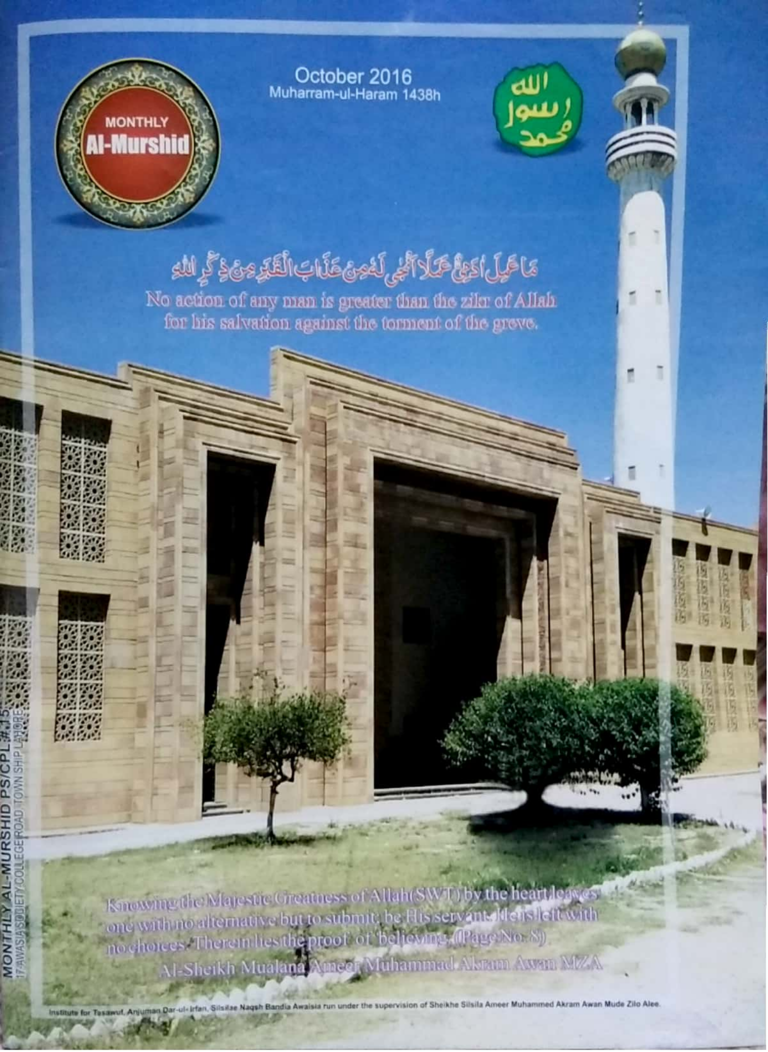

Knowing the Majestic Greatness of Allah(SWT) by the heart leaves one with no alternative but to submit, be His servant. He is left with no choices. Therein lies the proof of believing. (Page No. 8)

Al-Sheikh Mualana Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL #.15
17-AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD TOWN SHIP LAHORE

Institute for Tasawuf, Anjuman Dar-ul-Irfan, Silsilae Naqsh Bandia Awaisia run under the supervision of Sheikhe Silsila Ameer Muhammed Akram Awan Mude Zilo Alee.

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255